تینتیس ۳۳ چمکتے ہوئے معیّن نشانات

اِنَّا نَکْشِفُ السِّرَّ عَنْ سَاقِہٖ یَوْمَئِذٍ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ

(وحی مسیح موعودؑ)

محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پر

ایک نظر

مکرم معظم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

کی پُر معارف و حقائق تقریر جو سالانہ جلسہ ۱۹۳۶ء پر ہوئی

جو

خاکسار محمد فخر الدین ملتانی مالک کتاب گھر قادیان نے

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چودھری اللہ بخش پرنٹر چھپوا کر قادیان سے
شائع کی

قیمت ۔۔۔ جنوری ۱۹۳۷ء ۔۔۔ ۳/

تینتیس چمکتے ہوئے معیّن نشانات

اِذَا انْکَشَفَ السَّاقُ عَنْ سَاقٍ يَوْمَئِذٍ نَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ

(وحی مسیح موعودؑ)

فسبحان الذی اخزی الاعادی

میری ہر بات کو تو نے پورا کر دی

محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پر ایک نظر

مکرم معظم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی پُر معارف و حقائق تقریر جو سالانہ جلسہ ۳۶ء پر ہوئی

جو

خاکسار محمد فخر الدین ملتانی مالک کتاب گھر قادیان نے

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چودھری اللہ بخش چھپوا کر قادیان سے شائع کی

قیمت ۲/

۲۸؍ دسمبر ۳۶ء

ہدیۂ اخلاص

بحضور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ
بغرض درخواست دعا لیلۃ القدر

نیز

دعا برائے مرحوم شیخ عبد الرزاق صاحب بیرسٹر جو اس تقریر کے اصل محرک ہوئے۔ اور جنہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں غیر مبائعین کو چھوڑ کر اپنے دامنِ اخلاص کو خلافت سے وابستہ کر کے اپنے اندر ایک قابلِ رشک تبدیلی پیدا کی۔ اور اپنے سب دوستوں کیلئے ایک نیک نمونہ بنے گذشتہ سال احرار کی شوریدہ سری کے ایام میں یوم التبلیغ کے موقعہ پر میں ان کا مہمان تھا۔ مغرب سے کچھ پہلے وہ افسردہ خاطر ہو کر مجھ سے کہنے لگے۔ کہ انکی اہلیہ اور لڑکیاں بعض مسلمان خواتین کو تبلیغ کرنے گئی تھیں۔ اور جہاں بھی وہ گئیں۔ عورتوں نے محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں طعن و تشنیع کیا۔ اور وہ کچھ شرمندہ ہو کر واپس آگئی ہیں۔ یہ کہکر انہوں نے مجھ کو کہا۔ کہ ابھی تک یہ مضمون جیسا چاہیے صاف نہیں ہوا۔ اور قرار پایا کہ میں ہی اس مضمون پر نماز مغرب کے بعد جلسے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ چنانچہ آدھ گھنٹے کے قریب ان کے بعض خیالات کا اظہار کیا ہوگا۔ کہ شیخ صاحب موصوف اتنے خوش ہوئے۔ کہ کبھی مجھ سے اور کبھی مولوی عبد الغفور صاحب اور مولوی نذیر احمد صاحب لائلپوری مبلغان نظارت دعوت و تبلیغ سے بمنت و سماجت اور باصرار کہا کہ ان خیالات کو الفضل میں شائع کیا جائے۔ جس پر ان دونوں نے ان سے اقرار کیا۔ اور دوسرے دن جب شیخ صاحب موصوف احباب سمیت مجھے سٹیشن پر الوداع کہنے آئے۔ تو انہوں نے اپنی اس خواہش کو لجاجت آمیز الفاظ میں گاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دہرایا۔ اور مولوی صاحبان سے پختہ وعدہ لیا۔ افسوس اس دنیا میں ان سے وہ آخری ملاقات تھی۔ اور موصوف ایک ہفتہ کے اندر ناگہاں دنیا سے چل بسے۔ اور اپنی جدائی کا ایک گہرا صدمہ ہم سبھی کو دے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ جیسا مجھے فرصت نہ ملی۔ ایسا ہی مولوی صاحبان کو بھی فرصت نہ ملی۔ میں موصوف کو بھول نہ سکا۔ انکی یہ پاک خواہش پورا کرنیکے لئے نیز مبلغین سلسلہ احمدیہ کیلئے نمونہ کا ایک سبق دینے کی نیت سے امسال جلسہ ہٰذا کے موقع پر میں نے اپنے لئے باجازت حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو چنا۔ جس سے مرحوم اپنے دل کی گہرائیوں میں متاثر ہوئے۔ اور چاہتے تھے کہ تمام ان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی خَلِیْفَتِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

تمہید

موضوع تقریر

احباب! محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی اپنوں اور غیروں میں اپنی تفصیلات کے ساتھ کافی شہرت رکھتی ہے۔ اور اس سٹیج سے۔ نیز اس کے علاوہ دوسرے وقتوں پر آپ نے بیسیوں دفعہ اس پیشگوئی کا تذکرہ سنا ہے۔ اور مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بار بار اعتراضوں کے پیش نظر اسے ہماری طرف سے اس کثرت سے دہرایا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں میں سے شاید ہی کسی دوسری پیشگوئی کو اس تکرار کے ساتھ دہرایا گیا ہو۔ اس پیشگوئی کی متعدد و مکررہ اشاعت اور شہرت کے ہوتے ہوئے بعض احباب کو یہ خیال گذر سکتا ہے۔ کہ اس کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اس لئے میں ابتدا میں اس خیال کا ازالہ کرنا اور یہ بتلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں اپنی تقریر میں اس پیشگوئی کی ان تفاصیل میں نہیں جاؤں گا۔ جن کا تعلق اس کے پورا ہونے کی کیفیت کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی متعدد کتابوں خصوصاً حقیقۃ الوحی میں اور محترم عرفانی صاحب نے اپنی کتاب آئینہ حق نما میں اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے اپنے رسالہ میں مولوی ابو العطاء صاحب فاضل نے تفہیمات ربانیہ میں اور ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم نے احمدیہ پاکٹ بک نیز ایک مستقل رسالہ میں اس امر کی وضاحت کی ہے۔ کہ کس کس رنگ میں یہ پیشگوئی وحی الٰہی کے مطابق ظہور پذیر ہوئی۔ پیشگوئی سے متعلقہ اشخاص میں سے مرزا احمد بیگ نے حضرت مسیح موعود علیہ

خلاصہ پیشگوئی مذکور

الصلوٰۃ والسلام کے انذار کے بالمقابل سخت بے باکی اور مخالفت سے کام لیا۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اشتہار ۱۰ جولائی [illegible] میں تصریح فرمایا تھا۔ کہ مکاشفات کی رو سے احمد بیگ کا زمانہ حوادث نزدیک ہے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ اور احمد بیگ اپنی لڑکی کے نکاح کے بعد بہت جلد پکڑا گیا۔ اور اس پیشگوئی کے عین مطابق اپنے گھر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت دیکھنے کے بعد سخت مصیبت اور مایوسی کے عالم میں فوت ہو گیا۔ اور ان میں سے جنہوں نے توبہ کی۔ وہ اس اشتہار کے تتمہ میں مندرجہ پیشگوئی رایت ھذہ المرءۃ واثر البکاء علٰی وجھھا فقلت ایتھا المرءۃ توبی توبی فان البلاء علٰی عقبک والمصیبۃ نازلۃ کے عین مطابق گریہ وزاری اور توبہ کر کے اس مصیبت سے بچ گئے۔ اور لڑکی کی والدہ اور اس کے کئی رشتہ دار احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اور ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے اس پیشگوئی پر از راہِ شرارت ہنسی اور ٹھٹھا کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اپنی گندہ دہنی کا ایک طوفان بے تمیزی اٹھایا۔ انہوں نے محولہ بالا پیشگوئی کے باقی ماندہ حصہ یعنی یموت ویبقٰی منہ کلابٌ متعددۃ احمد بیگ مر جائے گا اور اس کے بعد کئی کتے بھونکتے رہ جائیں گے کو پورا کیا۔

غرض اس پیشگوئی نے اپنی تینوں شقوں میں پورا ہونا تھا۔ سو وہ اسی طرح پوری ہوئی۔ اور اس پیشگوئی کا یہ حصہ کہ "توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی لڑکی بیوہ ہو کر آپ کے نکاح میں آئے گی"۔ اس رنگ میں پورا ہوا۔ کہ مرزا احمد بیگ کے حادثہ موت کے بعد اسکی بیوی اور اس کے خاندان کے اکثر افراد کو توبہ کرنے اور سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ اور اس طرح اس پیشگوئی کی یہ شق لفظاً و معناً پوری ہوئی۔ یہ خلاصہ ہے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا۔ اور

اس کی تفاصیل آپ ان کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس موقعہ پر ان تفاصیل کا ذکر مجھے اپنے اصلی موضوع سے اِدھر اُدھر لے جائیگا۔ ورنہ میں اس پیشگوئی پر اس اعتبار سے گفتگو کرنے کے لئے کھڑا ہُوا ہوں۔ بلکہ جب کبھی بھی اس پیشگوئی کا ذکر میرے سامنے آتا ہے۔ تو میں اس کو بالکل ایک اور نظر سے دیکھتا ہوں۔ آج ہی نہیں بلکہ اس دور دراز زمانہ سے جب ابھی میں طالب علم ہی تھا اس وقت سے آج تک یہ پیشگوئی میرے لئے ایک ایسے ایمان کا موجب رہی ہے۔ جو سراسر عرفان ہے۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ احباب بھی اس پیشگوئی کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھیں۔ جس نقطۂ نظر سے میں اسے دیکھتا چلا آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰلک مالیلۃ القدر الخ ہم نے محمد رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اور آپ کے ساتھ قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اُتارا ہے۔ اور وہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ وہ ایسی قابل قدر رات ہے۔ کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں ملائکۃ اللہ اور کلام آلٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ مِن کُلِّ اَمرٍ اور اِس روحانی بعثت کے ذریعہ ہر بات کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اور ایک دوسری جگہ اس مبارک رات کے متعلق فرماتا ہے۔ فِیھَا یُفرَقُ کُلُّ اَمرٍ حَکِیمٍ۔ اَمرًا مِّن عِندِنَا (دخان ۲) اس میں ہر حکیمانہ بات کا ہمارے حضور سے فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانہ کو ایک مبارک رات سے تعبیر کیا۔ اور اسے لیلۃ القدر قرار دیا گیا ہے۔ ایسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کو بھی۔ چنانچہ آپ کو اس بارہ میں یہ وحی بھی ہوئی۔ اِنَّا اَنزَلنٰہُ فِی لَیلَۃِ القَدرِ اِنَّا کُنَّا مُنزِلِینَ۔ (تذکرہ ص ۵۲۱) ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ اور ہم نے اسے نازل کرنا ہی تھا۔ اور جیساکہ

قرآن مجید تصریح فرماتا ہے۔ کہ یہ لیلۃ القدر جو ایک عظیم الشان بعثت نبوّیہ کا زمانہ ہوتا ہے۔ اسمیں ان تمام روحانی امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جو دنیا سے ناپید ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک اعتبار سے نہایت تاریک رات ہوتی ہے۔ جس میں غفلت اور مادہ پرستی کی تاریکیاں چھائی ہوتی ہیں۔ اور ایک اعتبار سے وہ ایک قابل قدر دَور کا آغاز ہوتا ہے۔ جس میں آسمانی طاقتیں جنبش میں آتی ہیں۔ اور مردہ دلوں میں نئے سرے سے روح پھونکی جاتی ہے۔ اور زندگی کے تمام ضروری سامان مہیا کئے جاتے ہیں۔ تَنَزَّلُ المَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوحُ فِیھَا بِاِذنِ رَبِّھِم مِّن کُلِّ اَمرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطلَعِ الفَجرِ۔ رات کی وہ گھڑیاں سراسر سلامتی ہوتی ہیں۔ بوجہ اس کے کہ اسمیں زندگی بخش پیغام رسانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ رات کا اندھیرا دور ہو کر صبح صادق طلوع کرتی ہے۔ اور آنکھیں حق و باطل میں تمیز کرنے پر قادر ہو جاتی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی تمام وحیاں اور الہامات اور ان کے تمام مکاشفات اور خوابیں اور ہر سلوک و معاملہ جو اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ صرف اسی ایک اصل کے ماتحت ہوتا ہے۔ کہ ان کے ذریعہ سے کسی نہ کسی روحانی امر کی تشریح و توضیح ہوتی ہے۔ جو ان کی بعثت اور اس کے مقصد خاص کے پورا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اور ایسا ضروری ہے۔ کہ اگر ان میں سے ایک بھی رہ جاتا۔ تو ان کی بعثت کا مقصد کسی نہ کسی پہلو سے ادھورا رہتا۔ ان کے تمام کشوف والہامات اور پیشگوئیاں ان کے مقصد کے لئے بطور لوازمات ضروریہ کے ہوتی ہیں۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا الہام اور ایک خفیف سا اشارہ وحی بھی اس اصل سے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ

قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرماتا ہے۔ وما تکون فی شأنٍ وما تتلوا منہ من قرآن ولا تعملون من عملٍ الّا کنّا علیکم شھودًا اذ تفیضون فیہ۔ وما یعزب عن ربّک من مثقالِ ذرّةٍ فی الارض ولا فی السماء ولآ اصغر من ذٰلک ولآ اکبر الّا فی کتاب مبین۔ الآ ان اولیاءَ اللہ لاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون۔ (یونس) یعنی اور تو جس حال میں بھی ہوتا ہے۔ اور اس حال کے متعلق جو وحی بھی لوگوں کو پڑھ کر تو سناتا ہے۔ اور جو کام بھی موافق یا مخالف تم لوگ کرتے ہو، ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جونہی کہ تم اسے شروع کرنے لگتے ہو۔ اور تیرے رب سے ایک ذرہ بھر پوشیدہ نہیں۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ اور نہ اس سے کوئی چھوٹی اور نہ بڑی۔ مگر وہ ایک کتاب مبین میں محفوظ ہوتی ہے یعنی نبی کا ہر چھوٹے سے چھوٹا الہام یا سانحہ زندگی ایک ایسا صفحہ ہوتا ہے۔ جو کسی نہ کسی سربستہ راز کو کھول کر بیان کرنے والا ہوتا ہے۔ نبی کی ہر ایک حالت اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت اور اسکی نگرانی کے ماتحت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ لوگوں کی گالیاں اور ان کی مخالفتیں بھی سب کی سب ایک کتاب مبین کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ اس لئے نہیں ہوتیں۔ کہ انہیں ذلیل و رسوا کیا جائے یا خوف و غم میں مبتلا رکھا جائے۔ نہیں ایسا نہیں۔ لھم البشریٰ فی الحیٰوة الدنیا والاٰخرة۔ لاتبدیل لکلمات اللہ۔ ذٰلک ھو الفوز العظیم۔ ہر سلوک خواہ وہ بظاہر مخالفانہ صورت ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ اولیاء اللہ کے لئے بشارت کا پیغام اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو اٹل ہوتا ہے۔ ان کی اپنی باطنی کیفیات کو ہر قسم کے خوف اور حزن سے محفوظ و مامون رکھا جاتا ہے۔ ولا یحزنک قولھم۔ ان العزة للہ جمیعًا وھو السمیع العلیم۔ اس لئے

مخالفوں کی باتیں تجھے غم میں نہ ڈالیں۔ ساری عزتیں اللہ ہی کی ہیں۔ یہ آیات وضاحت سے اس بات کا اعلان کرتی ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے تمام حالاتِ زندگی خواہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکی وحی وغیرہ سے متعلق ہوں۔ یا لوگوں کے متعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے اور اسکی آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ان کی ہر بات ایک کتاب مبین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ تمام حالات محض اس لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔ کہ رسالت کا مقصد پورا ہو چنانچہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہٖ احدًا الا من ارتضیٰ من رسولٍ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہٖ رصدًا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم واحاط بما لدیھم واحصیٰ کلّ شیءٍ عددًا (جن) عالم الغیب خدا پوشیدگیوں میں رسول کے آگے اور پیچھے پہرہ مقرر کر دیتا ہے۔ تا وہ اس انتظام کے ذریعہ سے دنیا پر ظاہر کر دے۔ کہ ان رسولوں نے اپنے رب کے پیغاموں کو پورے طور پر پہنچا دیا ہے واحاط بما لدیھم واحصیٰ کل شیءٍ عددًا۔ اور ان کی ہر بات اس کے علم میں ہوتی ہے۔ اور اس نے گن گن کر ایک ایک بات کا حساب کیا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے کاروبار کا تمام سلسلہ اور اس سلسلے کی چھوٹی سے چھوٹی کڑیاں اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے اندازہ سے تیار ہوتی ہیں۔ وہ اپنی ذات اور انانیت سے مٹ چکے ہوتے ہیں۔ اور رسالت کے مقام پر کھڑا ہونے سے پہلے انہیں یہ مژدہ سنا دیا جاتا ہے۔ کہ تم اب اپنے میں نہیں۔ بلکہ ذات باری تعالیٰ میں ہو۔ اور انہیں یہ حکم دیا جاتا ہے۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔ کہ لوگوں کو یہ کہہ دو۔ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا اللہ کا ہو چکا ہے۔ جو رب العالمین ہے۔ مقام رسالت

تک پہنچنے سے پہلے وہ اپنی ذات سے مر چکے ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ انہیں ایک نئی زندگی بخشتا ہے۔ جس کے ذریعہ شانِ ربوبیت دنیا میں ایک نئے پیرایہ میں قائم ہوتی ہے۔ اور اس غرض کے لئے ان کا دل اور ان کا دماغ اور ان کی گفتار اور ان کی رفتار سب اللہ تعالےٰ کے تصرف میں ہوتی ہے۔ اور ہر بات جو ان کے منہ سے نکلتی اور ہر عمل جو ان سے یا ان کے دوستوں سے یا ان کے دشمنوں کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک کتاب مبین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسرار روحانیہ کے سمجھانے اور دکھلانے کے لئے۔ پس ان اسرار اور صرف ان اسرار کے سمجھنے اور دیکھنے کے لئے ان کے سوانح زندگی کو اپنے لئے درسی کتاب بنانا چاہیئے۔ اور آج میں اسی زاویۂ نظر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہتم بالشان پیشگوئی کو جو محمدی بیگم کی پیشگوئی کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب مبین کی صورت و شکل میں دکھلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرا یقین ہے۔ اور میں اپنے اس یقین پر علیٰ وجہ البصیرت ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چھوٹے سے چھوٹا الہام یا کشف یا خواب مقامِ نبوت کی کوئی نہ کوئی شرح اپنے اندر رکھتا ہے۔ آپ کو الہام ہوتا ہے۔ "عبداللہ خاں ڈیرہ اسماعیل خاں" یا یہ الہام ہوتا ہے۔ "ناچے خاں کا بیٹا اور شمس الدین پٹواری ضلع لاہور بھیجنے والے ہیں"۔ یا یہ کہ "خاکسار پیپرمنٹ" اور نادان تمسخر کرتا اور کہتا ہے۔ کہ یہ کیا معمولی معمولی باتوں کے لئے الہام ہوتا ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا۔ کہ اولیاء اللہ اطفال اللہ بن جاتے ہیں۔ اور پھر وہ خدا تعالیٰ کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اور جس طرح ماں اپنے بچے کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالےٰ کا سلوک ان کے ساتھ ماں سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ وہ بے خودی کے عالم میں

اللہ تعالےٰ کے راستے میں چلتے ہیں۔ اور پردۂ غیب میں خدا تعالےٰ کی آنکھ ان کے پیچھے اور ان کے آگے سے ان کی نگرانی کرتی ہے۔ اور وہی آپ ان کی ہر حاجت پیدا کرتا اور پھر خود ہی پورا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی جوتی کے تسمہ تک کا خود خیال رکھتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ وہ ہر ضرورت کے پورا کرنے کی انہیں اپنے الہام سے ہر وقت اطلاع بھی دے۔ ہاں کبھی کبھی انہیں اپنے الہام یا کشف یا خواب کے ذریعہ سے اطلاع بھی دیتا ہے تا انہیں تسلی دے۔ کہ خدا کی آنکھ ان کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں کو بھی دیکھ رہی ہے۔ اور لوگوں کو علم ہو۔ کہ اولیاء اللہ اطفال اللہ ہوتے ہیں۔ قد احاط بما لدیھم و احصیٰ کل شیء عددا۔ ان کی ضرورتوں کو ایک ایک کر کے جانتا۔ اور ان کا خود انتظام کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجموعہ "تذکرہ" کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جائیں۔ آپ کو بار بار ایسے الہامات ملیں گے۔ جن سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا سلوک اس سلوک سے بھی بڑھ کر رہا ہے۔ جو ماں باپ کا اپنے بچے سے۔ ۱۸۷۶ء میں باپ کی فوتیدگی کا صدمہ پہنچنے سے پہلے اطلاع دیتا اور صدمہ کے وقت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کے تسلی آمیز الفاظ سے مخاطب فرماتا اور پھر اس کے بعد ساری عمر اپنے اس وعدہ کے مطابق آپ کا خود متکفل رہتا ہے۔ ۱۸۸۱ء میں پھر آپ کو بدیں الفاظ اطلاع دیتا ہے۔ "میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی"۔ چنانچہ اس کے تین سال بعد غیر معمولی حالات میں دہلی جیسے دور دراز معروف شہر میں جس کا قادیان جیسے گمنام گاؤں کا بلحاظ

تمدن و معاشرت اور دیگر نسبتی تعلقات کے دور کا بھی واسطہ نہ تھا
اور پھر خاندان سادات میں خود اس شادی کے سارے سامان مہیا فرماتا
ہے۔ اور بعد میں جیساکہ واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ وہ سامان ہر اعتبار سے
مبارک سامان ثابت ہوئے۔ غرض کیا دکھ اور کیا سکھ میں۔ کیا اپنوں سے
متعلقہ امور میں یا بیگانوں سے متعلقہ امور میں حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا وہی سلوک رہا ہے۔ جو ان لوگوں
کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جو اپنی ذات کو اللہ تعالےٰ کی ذات میں کھو چکے ہوتے
ہیں۔ اور پھر ہر حالت جو ان سے صادر ہوتی ہے۔ وہ ان کی اپنی مرضی
سے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اور اس کے ارادہ خاص سے ظاہر
ہوتی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو وہ کبھی بھی ایک آن کے لئے منصب رسالت
کے لائق نہ ٹھیریں۔ وہ اسی وقت منصب نبوت کے اہل اور لائق ٹھہرائے
جاتے ہیں۔ جب وہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنے نفس سے کلیۃً مر جاتے ہیں۔ اگر
ان کی اپنی نفسانی زندگی کا شائبہ بھی ان کے اندر ہو۔ تو یہ احتمال رہتا ہے
کہ وہ کہیں رسالاتِ ربہم کی ادائیگی میں دوئی کی آواز پیدا کردیں۔ جبتک
اللہ تعالےٰ ان کو مختلف قسم کی آزمائشوں کی کٹھالی میں ڈال کر انہیں کندن
نہیں کر لیتا۔ اور ان کے نفس میں ایک نیا انقلاب پیدا کرکے ان کو اپنی مرضی
کا روحانی انسان نہیں بنالیتا۔ تب تک انہیں منصب رسالت سے سرفراز
نہیں فرماتا۔ اور جسے اس عہدہ جلیلہ سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس کے متعلق
یہ امر یقینی ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی ابتداء زندگی سے ہی عہدۂ رسالت کے
فرائض ادا کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے اور اسکی آنکھوں کے سامنے
تیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام

انبیاء کی روحانی تربیت میں تصرفات

کی اس ربانی تربیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ولقد مننّا علیک مرّۃً
اخریٰ۔ اذ اوحینا الیٰ امّک ما یوحیٰ۔ ان اقذفیہ فی التابوت
فاقذفیہ فی الیمّ فلیلقہ الیمّ بالساحل یأخذہ عدوٌّ لی وعدوٌّ لہ
والقیت علیک محبّۃً منّی ولتصنع علیٰ عینی الخ (طٰہٰ ۳۷) یعنی
اے موسیٰ۔ ہم تجھ پر ایک اور بار بھی احسان کرچکے ہیں۔ جب تیری ماں کو ہم
نے وحی کی۔ کہ صندوق میں اسے رکھ۔ اور صندوق دریا میں ڈال دے۔ تو
دریا اسے کنارے پر ڈال دیگا۔ جہاں سے میرا دشمن اور اس کا دشمن اسے
لے لیگا۔ اور میں نے اپنی محبت تجھ پر ڈالی۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا۔ کہ تو میری
آنکھوں کے سامنے میرے لئے تیار کیا جائے۔ غرض مابعد کی آیات میں بھی
اپنی نگرانی اور حفاظت و ربوبیت کے واقعات کا اختصار سے ذکر کرتے ہوئے
فرماتا ہے۔ ثم جئت علیٰ قدرٍ یٰموسیٰ۔ واصطنعتک لنفسی۔ اذھب
انت واخوک بایٰتی ولا تنیا فی ذکری (طٰہٰ ۳۹) یعنی اس طرح کندن کئے
جانے کے بعد تو اس اندازہ پر پہنچا۔ جو رسالت کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس
طرح میں نے تجھے اپنی ذات کے لئے تیار کیا۔ تو اور تیرا بھائی یہ آیات لے کر
جاؤ۔ اور تم دونوں میرے ذکر میں سست نہ ہونا۔ یہ آیات بتلاتی ہیں۔ کہ کس
طرح اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو اپنی خاص ربوبیت سے نوازتے ہوئے
ان کو اپنی ذات کے لئے تیار کرتا ہے۔ رسالت کا عہدہ سونپنے سے پہلے انہیں
کامل طور پر پاک وصاف کرکے اپنی روح ان میں پھونکتا اور انہیں ایک نئی
زندگی عطا کرتا اور آخر ان کے متعلق یہ شہادت دیتا اور فرماتا ہے۔ انّہ کان
مخلَصًا وکان رسولًا نبیًّا۔ ونادینٰہ من جانب الطّور الایمن و
قرّبنٰہ نجیًّا۔ (مریم ۵۳) موسیٰ کو پہلے خالص کیا گیا۔ اور پھر وہ نبی و

رسول ہُوا۔ اور طور ایمن سے ہم نے اسے پکارا۔ اور اسے اپنے قریب کر کے اس سے ساتھ راز کی باتیں کیں۔ اور یہ شہادت حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی یہی شہادت دنیا میں انکی طرف سے قائم ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ۔ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ۔ ہم نے ان کو ایک خالص بات کے ساتھ مخصوص کر کے چن لیا۔ اور وہ ان برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں۔ جنہیں پاک و صاف کیا گیا۔ اور جو سب سے بہترین ہیں۔

غرض یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ کسی میں انانیت اور دوئی کی ادنیٰ سی بھی جھلک پائی جائے۔ اور پھر اسے منصب رسالت کے لئے بھی چنا جائے۔ ضرور ہے۔ کہ یہ عہدہ جلیلہ کسی شخص کے سپرد ہونے سے پہلے ہر ایک قسم کی شہادت اس کے متعلق قائم کر لی جائے۔ کہ وہی اور صرف وہی اس عہدہ کے لائق ہے اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔ اور یہ شہادت ایسے برگزیدہ انسان کے لئے مختلف پہلوؤں سے اور ایسے طریق پر قائم کی جاتی ہے۔ کہ وہ ان تمام لوگوں پر حجت ہوتی ہے جن کی اصلاح کے لئے اسے بھیجا جاتا ہے۔ محمدی بیگم کی پیشگوئی بھی ان عظیم الشان شہادتوں میں سے ایک شہادت ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس غرض سے قائم کی گئی۔ تا لوگوں کو معلوم ہو۔ اور ان پر حجت رہے۔ کہ آپ مقام رسالت پر کھڑا ہونے کے لئے اپنے اندر پوری پوری صلاحیت و اہلیت رکھتے تھے۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھوں سے آپ کی تیاری بھی اسی طرح ہوئی۔ جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مخصوص تیاری کے بارے میں یہ وحی آلٰہی ہوتی ہے۔ نفخت فیك

من روح الصدق۔ والقیت علیك محبةً مني ولتصنع علىٰ عیني كزرعٍ اخرج شطاٗهٗ فاستغلظ فاستوىٰ علىٰ سوقه (تذکرہ ص۹۱) یعنی میں نے تجھ میں سچائی کی روح پھونکدی اور اپنی طرف سے تجھ میں محبت ڈالی۔ تا میری آنکھوں کے سامنے تو تیار کیا جائے۔ اس بیج کی طرح جس نے اپنی کونپل نکالی۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کو یہ وحی بھی ہوئی ہے۔ قل ان صلوٰتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين (تذکرہ ص۵۴۳) یعنی کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہو چکا جو رب العالمین ہے۔ اور یہ وحی بھی ہوئی۔ اردت ان اَستخلف فخلقت اٰدم انا خلقنا الانسان في احسن تقويم وكنا كذلك خالقين (تذکرہ ص۱۹۳) یعنی میں نے چاہا۔ کہ خلیفہ بناؤں تو میں نے آدم پیدا کیا۔ ہم نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا۔ اور ہم نے اس طرح کا انسان پیدا کرنا ہی تھا۔ اور یہ وحی بھی ہوئی۔ انتَ وجيه في حضرتي۔ اخترتُك لنفسي وانت مني بمنزلةٍ لا يعلمها الخلقُ (تذکرہ ص۳۳۵) یعنی تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ اور تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے۔ جسے دنیا نہیں جانتی۔ آپ کی تقویم احسن اور اس میں روح صدق کا پھکنا اور آپ کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی محبت کا خمیر اٹھایا جانا اور آپ کو مقام فنا واصطفا کا حاصل ہونا اور پھر اس تمام ربانی نشأت کی وجہ سے آپ کا انتخاب میں لایا جانا یہ ساری باتیں محتاج ہیں۔ ان شہادتوں کی جن کے بغیر ان کی حقیقت مبہم و مشتبہ اور پوشیدہ رہتی ہے۔ پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ کہ وہ

ہر نبی کو اپنے کام کے لئے اہل بنانے اور اسکی اہلیت ثابت کرنے کی غرض سے مختلف قسم کی آزمائشیں اور شہادتیں قائم کرتا ہے۔ ٹھیک اسی سنت کے مطابق اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے بھی مختلف قسم کی آزمائشیں اور شہادتیں قائم کی ہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرتا۔ تو اس بات کا ثبوت ہرگز قائم نہ ہوتا کہ آپ اپنے دعویٰ میں راستباز اور مقام نبوت کے اہل ہیں۔ اور لوگوں پر ان کے انکار کی وجہ سے اس قسم کی آزمائشوں اور شہادتوں کی عدم موجودگی میں کوئی حجت قائم نہ ہو سکتی۔ اس حصہ مضمون کو ذرہ توجہ سے سنیں۔ تا آپ محمدی بیگم کی پیشگوئی کی اس اہمیت کو بخوبی سمجھ سکیں۔ جس کی وضاحت کرنے کے لئے میں آپ سے مخاطب ہوا ہوں۔

مدعی نبوت کے متعلق چار احتمالات

مدعی نبوت جب دعویٰ کرتا ہے۔ تو اس کا دعویٰ چار پانچ صورتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق یا تو یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ پاگل ہے۔ یا یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ غلطی خوردہ ہے۔ یا یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ مھوس ہے یا یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ ٹھگ اور فریبی اور عمداً جھوٹ بولنے والا ہے۔ یا یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ وہ راستباز ہے۔ مدعی صادق کے صدق کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ اس کے زمانہ میں ہی ان احتمالوں کی نظیریں بھی لوگوں کو دکھلاتا ہے۔ مدعی صادق سے صادقوں والا سلوک کرتا ہوا ہر ایک احتمال کے نمونے بھی ساتھ ساتھ دکھلاتا جاتا ہے۔ تا لوگ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔ اس کے زمانہ میں ہی مختل الدماغ انسانوں سے بھی دعوے نبوت کراتا اور لوگوں کو دکھلاتا ہے۔ کہ پاگلوں کے دعووں کی یہ کیفیت ہوا کرتی ہے۔ وہ غلطی خوردہ انسانوں سے بھی دعوے کراتا اور لوگوں کو بتلاتا ہے۔ کہ الہام کے بارے میں غلطی خوردہ انسان ایسے ہوتے ہیں۔ اور مھوسوں کے نمونے بھی پیش کرتا اور

مفتریوں کے نمونے بھی پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ قل ھل انبئکم علیٰ من تنزّلُ الشیاطین۔ تنزّلُ علیٰ کلِ افاکٍ اثیم۔ یُلقون السمعَ واکثرھم کاذبون والشعراء یتبعھم الغاوٗن ہ الم تر انھم فی کلِ وادٍ یھیمون و انھم یقولون مالا یفعلون۔ (الشعرا ۲۲) یعنی کیا میں بتاؤں۔ شیطان کن لوگوں پر اترا کرتے ہیں۔ وہ ہر جھوٹے بدکار پر اترتے ہیں۔ سننے کے لئے کان لگاتے ہیں۔ اور وہ اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ اور یہ کاہن ان کے پیرو بھی بدکار لوگ ہوتے ہیں۔ دیکھتے نہیں۔ کہ وہ کس طرح ہر وادی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ کرتے نہیں غرض اس قسم کے جھوٹوں اور مکاروں کے نمونے بھی پیش کرکے پھر اپنے وعید لو تقول علینا بعضَ الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین کے مطابق انہیں دیکھتے دیکھتے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ تا لوگوں کی آنکھیں راستباز کی راستبازی کو شناخت کر لیں۔ یہ وہ سنت الٰہیہ ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے۔ نبیٔ صادق کے زمانہ میں ان نمونوں کا دکھلایا جانا ازبس ضروری اور لابدی ہوتا ہے۔ ماکان اللہ لیذر المؤمنین علیٰ ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب الخ (عمران ۱۷۹) یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان خیالات یا حالات پر رہنے دے جن پر تم ہو۔ یہاں تک کہ وہ خبیث کو طیب سے ممتاز کر دیتا ہے۔ تا حق حق ہو کر ظاہر ہو۔ اور باطل باطل۔ مولوی یار محمدؐ۔ احمدؐ نور۔ عبد اللطیف عبد اللہ تیماپوری۔ چراغ الدین جمونی۔ عبد الحکیم پٹیالوی۔ لیکھرام۔ ڈاکٹر ڈوئی وغیرہ وغیرہ سب جدا جدا نمونے تھے۔ جو خدا تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق دکھلانے کے لئے کھڑے کئے۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں

کوئی چیز بھی عبث نہیں۔ ہر ایک مخلوق کو اس نے کسی نہ کسی غرض و غایت کی خاطر پیدا کیا ہے۔ انبیاء کو پیدا کرتا ہے۔ تا وہ زندگی بخش پیغام رسانی کے فرائض بجا لائیں۔ اور پھر ان کے ساتھ بنی آدم میں سے اس قسم کی ناقص اور ادھوری مخلوق بھی پیدا کرتا ہے۔ تاریکی کے مقابلہ سے نور کی قدر و قیمت معلوم ہو۔ اور پھر اس نور کے ذریعہ سے ایک جماعت پیدا ہو۔ جو ایمان اور عرفان کی نعمت سے متمتع ہو کر اپنے زمانہ کے نبی کا اس کے کام میں ہاتھ بٹائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ خیال کیا گیا۔ کہ وہ جادوگر ہے۔ اور آپ کے متعلق یہ احتمال دور کرنے کی غرض سے اور فرعون اور اسکی قوم پر حجت تمام کرنے کے لئے جادوگروں کا ایک گروہ بھی ان کے سامنے لایا گیا۔ فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس ۸۲) سو جب انہوں نے اپنی رسیاں پھینکیں۔ موسیٰ نے کہا۔ جو کچھ تم لائے ہو۔ یہ جادو ہوتا ہے۔ اللہ اسے باطل ثابت کر دیگا۔ اللہ مفسدوں کے کام کو درست نہیں کیا کرتا اور جو حق ہوتا ہے۔ اسے اپنی باتوں سے حق ثابت کرتا ہے۔ خواہ مجرم بُرا ہی منائیں۔ جنگ بدر کی تقریب جو اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی سنّت کے مطابق از خود پیدا کی۔ جبکہ آپ کے ساتھیوں میں ایک فریق اسے ناپسند کرتا تھا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ كَمَا اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ (انفال) اور جبکہ اس جنگ کی تقریب پیدا کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (انفال)

جب تو نے تیر چلایا تھا۔ تو تُو نے نہیں چلایا تھا۔ بلکہ اللہ ہی نے چلایا تھا۔ اور اسکی غرض یہ تھی۔ کہ مومنوں کے لئے ایک اچھی آزمائش کا موقعہ دے۔ اس لئے کہ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (انفال ۸) تم نہیں چاہتے تھے۔ کہ یہ جنگ ہو۔ اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ حق ثابت کرے اور کافروں کی پیٹھ توڑ دے تا حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرے۔

غرض اس قسم کی بیسیوں تقریبیں اللہ تعالیٰ آپ پیدا کرتا ہے۔ تا انبیاء کے لئے ہر قسم کی شہادت قائم کرکے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دے۔ اسی ربانی شہادت کا ذکر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بایں الفاظ فرماتا ہے۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (ابراہیم ۴۴) کافر کہتے ہیں۔ کہ تو رسول نہیں۔ کہہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی شاہد ہے۔ اور اسی طرح وہ بھی جنہیں کتاب یعنی اس سنت الٰہیہ کا علم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ وحی بایں الفاظ ہوئی وقالوا لست مرسلا۔ قل کفٰی باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب (تذکرہ ص۴۹) اور آپ کو جھوٹا اور مکار سمجھا گیا۔ اور حقارت سے دیکھا اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کہا گیا۔ آپ کے متعلق بھی یہی کہا گیا۔ عَنْهُ قَرِيْبًا تَوَمَّرُوْا اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْ قَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ وَقَالُوْا اَنّٰى لَكَ هٰذَا اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (تذکرہ ص۶۵) یعنی جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ تو اسے کھول کر

بیان کر۔ اور جاہلوں سے کنارہ کر۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ ان دو شہروں میں سے کسی بڑے شہر میں یہ وحی کیوں نہ اتاری گئی۔ اور انہوں نے کہا۔ تجھے یہ مرتبہ کہاں یہ تو سراسر مکر ہے۔ کہ مل جل کر بنایا ہوگا۔ اور کئی لوگوں نے اس مکر میں اس شخص کی مدد کی ہے۔ تجھے آنکھوں سے دیکھتے تو ہیں۔ مگر نظر بصیرت سے نہیں۔

یہ وہ شبہات ہیں۔ جو سنت مستمرہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی دلوں میں پیدا ہوئے۔ کہ یہ جھوٹا ہے۔ اور مقام نبوت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اگر کسی کو رسول بنانا ہوتا۔ تو کسی بڑے عالم کو بنایا ہوتا۔ یہ سارا کارو بار ہی انسانی منصوبہ کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ان تمام شبہات کا ازالہ کرنا تھا۔ سو کیا اور تمام ایسی تقریبیں از خود پیدا کر دیں۔ جن سے نظرِ بصیرت رکھنے والے انسان کے شبہات دور ہو کر اس کا دل نور ایمان سے معمور ہو جاتا ہے۔ اور ان تقریبوں میں سے ایک اہم تقریب محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی کا واقعہ ہے۔ اس پیشگوئی کی تفاصیل پر نظرِ غائر ڈالنے سے اس بات کا یقینی پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق مکار اور فریبی گروہ سے دور کا بھی نہیں۔ اور یہ کہ فریضہ رسالت کی عہدہ برآری کے لئے اس زمانہ میں اگر کوئی اہل ہو سکتا تھا۔ تو وہ یہی ایک انسان جسے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تیار کر کے کہا۔ کہ میں نے اسے اپنے لئے تیار کیا ہے۔ اور اس ربانی تیاری کی مختلف شہادتیں قائم کیں۔ یہ امر کہ محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی اپنی نوعیت میں ایسی ہے۔ کہ دنیا کو دھوکا دینے والا ایک مکار انسان اس کا اظہار کرنا چھوڑ اپنے خیال میں بھی اسے جگہ نہیں دے سکتا۔ ایک جھوٹا دغا باز جو دنیا کو ٹھگنے

کی نیت رکھتا ہے۔ وہ اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔ کہ دنیا کس رنگ و روپ میں اسے دیکھکر اس سے خوش ہوتی ہے۔ اور پھر اسی طرح اپنے آپ کو بنا سنوار کر دنیا کی آنکھوں میں بیٹھنے کے لئے اپنی جگہ بناتا ہے۔ اور پھر اس ٹٹی کی آڑ میں اپنے نفس کی خوشیاں پوری کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے۔ کہ لوگ زہد و تقویٰ اور ولایت کا کرشمہ پھٹے پرانے یا گیروے رنگ کے کپڑوں۔ آدھ گز لمبی ڈاڑھی۔ اور تسبیح کے دانوں میں ۔ اور اللہ اللہ کی رات دن کی پکار اور درود و وظائف میں دیکھتے ہیں۔ اور وہ لوگوں کو اپنے متعلق تسلی دلانے کے لئے ویسا لباس پہنتا اور وہی کچھ کرتا ہے۔ جو لوگوں کی آنکھوں کو بھاتا ہے ایسی مکاری کی حالت میں اسے نئی نئی شادیاں سوجھنا تو درکنار بلکہ اگر اسکی کوئی بیوی بچے ہیں۔ تو زہد و ولایت کا ڈھونگ رچانے والے یہ صاحب اس ایک بیوی سے بھی بظاہر کنارہ کش ہو کر چلہ کشی میں بیٹھ جائیں گے۔ اور دیکھنے والے بیوقوف ایک دوسرے سے کہیں گے۔ واہ سبحان اللہ! دیکھا۔ دنیا سے کیسے بے رغبت ہیں۔ بیوی بچوں اور کھانے تک سے بھی نفرت ہے۔ یہ حال و قال ہوتا ہے ان لوگوں کا جو دنیا کو ٹھگنا چاہتے ہیں۔ آپ نے یہ کبھی نہ سنا ہوگا۔ کہ کوئی دنیادار اس بات کی تیاری کرنے لگے۔ کہ وہ لوگوں میں ولی اللہ کہلائے اور اس کے ساتھ ہی سب لوگوں کو ان کی لڑکیوں کے متعلق پیغام بھی دینا شروع کر دے۔ کہ میرے ساتھ ان میں سے فلاں کی شادی کر دو۔ تمہیں بڑی برکت حاصل ہوگی۔ خصوصاً جبکہ وہ بھی جانتا ہے۔ اور لوگ بھی جانتے ہیں۔ کہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ وہ اچھے گھرانے میں ایک شادی بھی کر چکا ہے۔ اور یہ کہ جس لڑکی کے متعلق وہ آپ شادی کی نیت رکھتا ہے۔ وہ گیارہ بارہ سال کی لڑکی ہے۔ اس قسم کی پیغام رسانی کی سلسلہ جنبانی ایک مکار

دنیادار کی طرف سے تو کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اس قسم
کے حالات میں اسکی کوئی امکانی صورت ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی پاگل
انسان ہو۔ تو وہ اپنے جنون میں اس قسم کی حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔
مگر یہ کہ دنیا کو بنانے والا ایک ٹھگ ایسی تحریک اٹھائے۔ یہ ناممکن ہے۔
تحریک اٹھانا تو الگ رہا۔ وہ اپنے واہمہ میں بھی اس خیال کو نہیں آنے دیگا۔
میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ آپ ایک لمحہ کے لئے محمدی بیگم کی پیشگوئی
کی تفاصیل کو اپنے ذہنوں سے الگ رکھ کر اپنے نفس پر قیاس کریں۔ اور
جن حالات کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ انہیں اپنے اوپر وارد کر کے پھر اپنے
تئیں پوچھیں۔ اور دیکھیں۔ کہ آپ کا نفس آپ کو کیا جواب دیتا ہے۔ مثلاً فرض
کریں۔ کہ آپ کو منصب ولایت کا ڈھونگ رچانے کا شوق ہوا ہو۔ اور آپ کی
ایک چھوڑ دو بیویاں بھی ہوں۔ اور بچے بھی۔ تو کیا آپ کو اپنی ولایت منوانے کے
لئے لوگوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنے کے بارے میں سلسلہ جنبانی کی سوجھیگی
یا یہ کہ آپ اپنی طرف اس کے برعکس ایسا مظاہرہ کریں گے۔ جس سے لوگوں
پر یہ اثر ہو۔ کہ ماشاءاللہ آپ دنیا سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ میرا اپنا خیال
یہ ہے۔ کہ ولایت کی اس ہوس میں اگر مجھے خواب میں یا الہام سے ہی ایسی
شادی کی تحریک ہو۔ تو میں اس خواب یا الہام کے مشورے کو بھی ٹھکرا دونگا
اور میرا نفس میرے راستے میں یہ کہتے ہوئے کھڑا ہو جائیگا۔ دیکھو لوگ کیا
کہیں گے۔ اور یقیناً ہر وہ انسان جو اپنی ہوش و حواس کا مالک ہے۔ ایسا
ہی کریگا۔ اور دنیا کے طعن و تشنیع اور ان کی بدظنیوں سے بہت دور دور
رہتے ہوئے اپنی ولایت منوانے کے منصوبے گانٹھے گا۔ پس اپنے نفس
پر قیاس کرتے ہوئے اسی ایک معیار سے جانچ کر دیکھو۔ آیا محمدی بیگم

سے نکاح کی پیشگوئی یہ بتلاتی ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے کرنے والا ایک مکار
اور فریبی اور ٹھگ انسان تھا۔ یا یہ بتلاتی ہے۔ کہ وہ کوئی مجنون تھا۔ جسے اتنی
بھی تمیز نہ تھی۔ کہ ولایت کے جھوٹے دعووں میں لوگوں کو اس قسم کا پیغام
پہنچانا قرین مصلحت نہیں ہوتا۔ اور نہ اسے یہ تمیز تھی۔ کہ گیارہ بارہ سال
عمر کی لڑکی سے کوئی اس طرح نکاح نہیں کیا کرتا۔ ایسے شخص کے متعلق کوئی
یہ تو شبہ کر سکتا ہے۔ کہ وہ پاگل ہے۔ مگر یہ شبہ تو قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ
دنیادار اور ٹھگ ہے۔ جو اپنی دکان چلانا چاہتا ہے۔ دکان چلانے والے تو
اپنی دکان کی ساکھ رکھنے کے لئے اپنی گاہکوں کی مرغوب اشیاء کی دیکھ
بھال میں رہتے ہیں۔ چہ جائیکہ ان کے سامنے ایسی پونجی رکھیں۔ جس سے وہ
متنفر ہو کر اسے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں نے اس پیشگوئی کے بہانے سے پیٹ بھر اور دل کھول
کے گالیاں دیں۔ اور وہ ہنسی اڑائی۔ کہ شاید ہی کسی آدم زاد کی ایسی ہنسی
اڑائی گئی ہو۔ پس یہ بہت خیال دور کا ہے۔ کہ آپ ایک کذاب افاک کی
حیثیت سے دنیا کے سامنے آئے۔ اور یہ خیال بھی بہت دور کا ہے۔ کہ
آپ پاگل تھے۔ آپ جیسا ہوشمند اس زمانہ میں کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد گذشتہ تیرہ[13] صدیوں میں بھی نہیں ہوا۔ جیسا کہ محمد حسین
جیسے دشمن بھی آپ کی عقل و دانش کا اقرار کرتے ہیں۔ آپ ٹھگ نہ تھے
اور نہ آپ پاگل۔ پھر آپ کیا تھے۔ جو آپ نے اپنے دعویٰ مجددیت کے
بالکل ابتدائی ایام میں جو ابھی بالکل آغاز ہی کا زمانہ تھا۔ ایسی پیشگوئی کی
کہ جس نے ساری دنیا کو آپ پر ہنسی ٹھٹھے کا بہت بڑا موقعہ دیا۔ یہ نہیں
تھا۔ کہ آپ اس امر سے غافل تھے۔ کہ اپنے بیگانے ہنسیں گے۔ بلکہ خوب جانتے

تھے۔ کہ نکاح کے متعلق اس قسم کی سلسلہ جنبانی نہ لڑکی کے والدین کے
مرغوب خاطر ہو سکتی ہے۔ اور نہ لوگوں کی نگاہیں اسے اچھی نظر سے دیکھینگی
اور نہ ایسا پیغام آپ کو حالات کے پیش نظر پسند تھا۔ بوجہ اس کے کہ لڑکی ۱۱۔۱۲
سال سے زیادہ عمر کی نہ تھی۔ اور ابھی آپ کی دوسری شادی کو جو دہلی میں
ہوئی۔ ایک سال کا عرصہ بھی نہیں گذرا تھا*۔ پس ایسے حالات میں ایک کم عمر
لڑکی سے متعلق نکاح کا خیال اور اس بارے میں سلسلہ جنبانی کرنا ایسی
بات نہ تھی۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دل سے چاہتے
ہوں۔ نومبر ۱۸۸۴ء میں آپ کی دوسری شادی دہلی میں ہوئی ہے۔ پہلی
بیوی سے عرصہ بیس سال سے سلسلہ اولاد منقطع ہو چکا تھا۔ اور آپ کو
اس لمبے عرصہ میں اپنی دوسری بابرکت شادی کے متعلق متعدد الہامات ہوئے
جن میں سے ایک یہ ہے۔ "میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی
کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف
نہ ہوگی"۔ (تذکرہ صفحہ ۳۶) اور ایک یہ الہام بھی ہے۔ الحمد للہ الذی
جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَالنَّسَبَ۔ یعنی الحمد للہ۔ کہ جس نے تمہارا دامادی کا تعلق

* حاشیہ:۔ مندرجہ ذیل الہام جنوری ۱۸۸۶ء میں میرزا احمد بیگ اور اس
کی بیوی کے متعلق ہوا۔ رَأَیْتُ ھٰذِہِ الْمَرْأَۃَ وَاَثَرُ الْبُکَاءِ عَلٰی وَجْھِھَا
فَقُلْتُ اَیَّتُھَا الْمَرْأَۃُ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِكِ وَالْمُصِیْبَۃُ
نَازِلَۃٌ عَلَیْكِ یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ (تذکرہ صفحہ ۱۳۷)
اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس عرصہ کے قریب نکاح کے متعلق سلسلہ شروع
ہوا۔ اور دہلی میں آپ کی شادی ۱۸۸۴ء کے آخر میں ہوئی۔

ایک شریف قوم سے جو سید تھے۔ کیا۔ اور خود تمہارے نسب کو شریف
بنایا۔ جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۳۶)
اور ان میں سے ایک الہام یہ بھی ہے:۔

ہرچہ باید نو عروسے را ہماں ساماں کنم
وآنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

اور یہ الہام بھی ہے۔ اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ۔ رَأَیْتَ خَدِیْجَتِیْ۔ میری نعمت کا
شکر کر۔ کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ (تذکرہ صفحہ ۳۵) اور ایک یہ الہام بھی ہے
اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَسِیْنٍ (تذکرہ صفحہ ۳۵) یہ سب الہامات ۱۸۸۴ء سے
پہلے کے ہیں۔ اور ۱۸۸۴ء میں یہ پورے ہوئے جب آپ کی شادی
حضرت ام المومنین سلمہا اللہ تعالیٰ سے ہوئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام اس امر کو بخوبی سمجھتے اور جانتے اور لوگوں میں بار بار اس
کا اعلان فرماتے ہیں۔ کہ دہلی کے ایک مشہور خاندان سادات میں آپ
کی شادی کا غیر معمولی حالات میں ہونا انہی مذکورہ بالا الہامات کا مصداق
ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ مرغوب خاطر شادی ہو چکی ہو۔ اور گھر میں ایک
عالی نسب نو عروس موجود ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو میرزا احمد بیگ کی لڑکی سے نکاح کرنے کا خیال کیسے اور ایسا خیال مرغوب
خاطر بھی کب ہو سکتا تھا۔ خصوصاً جبکہ وہ لڑکی اس وقت کم سن تھی۔ اور
جبکہ اس کے رشتہ داروں کا آپ سے شدید بغض و عناد تھا۔ ان کے
شدید بغض و عناد کا پتہ آپ کے اس اشتہار سے چلتا ہے۔ جو انہوں
نے آپ کے خلاف اگست ۱۸۸۵ء میں ایک مسیحی اخبار چشمہ نور میں چھپوایا
تھا۔ جس میں ان لوگوں نے نہ صرف آپکے خلاف ہی ہرزہ سرائی کی۔ بلکہ

خدا، رسول اور اسلام پر بھی حملے کئے۔ اور آپ سے نشان کا مطالبہ کیا۔
دراصل ان کو آپ سے مخالفت اسی زمانہ سے تھی۔ جب آپ نے براہین احمدیہ
شائع کی۔ اور اور آپ کے ملہم من اللہ ہونے کا چرچا ہونے لگا۔ مذکورہ
بالا اشتہار کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار مرقومہ
۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۱۱ پر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ یہ لوگ آپ کو
دعویٰ الہام میں مکار اور دروغگو خیال کرتے تھے" یہی وجہ ہے کہ آپ کو
انہیں بد انجام سے ڈرانے کا اس طرح حکم ہوا۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کو۔ اور اس بارہ میں آپ کو بھی انہی الفاظ میں وحی ہوئی۔ جن
الفاظ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یعنی انذر عشیرتک الاقربین
یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو انجام بد سے ڈرا۔ چنانچہ آپ نے
یں اشتہار بعنوان تبلیغ وانذار اور اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں اور اس
کے بعد متعدد اشتہاروں میں سمجھایا اور ڈرایا۔ مگر وہ اپنی مخالفتوں سے
اس وقت تک باز نہ آئے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی نہ دیکھ لی۔
پس ایسی شدید دشمنی کی حالت میں آپ کو یہ خیال نہ آنا۔ کہ آپ کی یہ
نکاح کی درخواست ٹھکرائی نہیں جائیگی۔ اور یہ لوگ اسکی مخالفت
نہیں کرینگے۔ بالکل غیر طبعی بات ہے۔ لاریب آپ کو یقین تھا۔ کہ آپ
کے رشتہ داروں کی طرف سے آپ کی درخواست ٹھکرائی جائے گی۔ اور
اس پر ہنسی ٹھٹھا اڑایا جائے گا۔ اور آپ نہیں چاہتے تھے۔ کہ اس بارے
میں احمد بیگ سے گفت وشنید کریں۔ اور نہ آپ اس نکاح کی کوئی ضرورت
سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں۔" اگر
ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا۔ ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی

کچھ ضرورت نہ تھی۔ سب ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا
کی۔ اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے
کا قریب مدت تک وعدہ دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں
اولوالعزم نکلیگا۔" اور فرماتے ہیں:۔
پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے۔ محض بطور نشان کے ہے۔
تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلاوے۔ اگر وہ قبول کریں
تو برکت اور رحمت کا نشان ان پر نازل کرے۔ اور ان بلاؤں کو دفع کر دیوے
جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں۔ تو ان پر قہری نشان نازل کرکے
ان کو متنبہ کرے۔" (تتمہ اشتہار) اور اس اشتہار کے حاشیے میں ایک جگہ آپ
لکھتے ہیں۔" یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ (یعنی مرزا احمد بیگ) کی موت
فوت پر دلالت کرتا تھا۔ ہم کو بالطبع اسکی اشاعت سے کراہت تھی۔ بلکہ ہمارا
دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں۔ مگر اس کے کمال
اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے ذریعہ انتقال اراضی
کے بارے میں اس نے آپ کو لکھے) بھیجنے سے ظاہر کیا۔ ہم نے سراسر سچی
خیرخواہی اور نیک نیتی سے یہ امر سربستہ ظاہر کر دیا۔ پھر اس نے اور اس کے
عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کی آپ شہرت دی۔"
اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اچھی طرح محسوس فرماتے
تھے۔ کہ ان مخصوص حالات میں اپنے مخالف رشتہ داروں سے نکاح کے لئے
سلسلہ جنبانی نہیں کرنا چاہیئے۔ انہی دنوں میں جب آپ کو پسر موعود کے
متعلق الہام ہو رہے تھے۔ آپ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت
تک جموں میں تھے۔ یکے بعد دیگرے دو خط لکھتے ہیں۔ ایک خط ۸ رجون ۱۸۸۶ء

کو لکھا۔ اور دوسرا ۲۰؍ جون ۱۸۸۶ء کو۔ پہلا خط یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہٗ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اسوقت ایک اشتہار دربارہ ازالہ اوہام مخالفین آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ چونکہ آپ تشبہ فاروقی کے مدعی ہیں۔ اور یہ عاجز بھی بنہایت درجہ آپ پر حسن ظن رکھتا ہے۔ اور اپنا مخلص اور دوست جانتا ہے۔ اس لئے آپ کی طرف تعلق خاطر رہتا ہے۔ جو عنایات خداوند کریم جلشانہٗ کے اس عاجز کے شامل حال ہیں۔ ان کے بارے میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے۔ جو اپنے دوستوں سے کچھ اسمیں سے بیان کرتا رہوں۔ اور بحکم واما بنعمۃ ربک فحدث تحدیث نعمت کا ثواب حاصل کروں۔ سو آج آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں۔ ایک واقعہ پیشگوئی کا بیان کرتا ہوں۔ شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تمکو عطا کیا جاویگا۔ اس کا نام بشیر ہوگا۔ سو اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا۔ کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں۔ کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے۔ کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ الہام ہوا۔ تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھکو دیئے گئے۔ تین ان میں سے تو آم کے پھل تھے۔ مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں۔ مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے۔ کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔ وہی

مبارک لڑکا ہے۔ کیونکہ کچھ شک نہیں۔ کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ ایک طرف پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے۔ جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے۔ سو یہی سمجھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان دنوں میں اتفاقاً ثانی شادی کے لئے دو شخص نے تحریک کی تھی۔ مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا۔ تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا۔ کہ اسکی قسمت میں ذلت و محتاجگی و بے عزتی ہے۔ اور اس لائق نہیں۔ کہ تمہاری اہلیہ ہو۔ اور دوسری کے متعلق اشارہ ہوا۔ کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا۔ کہ صاحب صورت و صاحب سیرت لڑکا جسکی بشارت دی گئی۔ وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارسا طبع سے پیدا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کے ابطال میں ایک دوست نے اشتہارات شائع کئے ہیں۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تیسری شادی ہو جائے۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں۔ کہ کس جگہ ارادہ ازلی نے اسکا ظہور مقدر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارہ میں۔۔۔ کثرت سے ہو رہے ہیں۔ اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے۔ واللہ یفعل ما یشاء وھو علیٰ کل شیء قدیر۔ اپنی خیر و عافیت سے اطلاع بخشیں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔ از قادیان ۸؍ جون ۱۸۸۶ء۔

دوسرے خط کا مضمون یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہٗ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عنایت نامہ پہنچا۔ اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا۔ وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا تھا۔ کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے۔ کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ تبلا دیتا ہے۔ اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے۔ کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارہ غیبی ہوا ہے۔ تب سے خود طبیعت متفکر و متردد ہے۔ اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں۔ مگر بالطبع طبیعت کارہ (ناپسند کرتی) ہے۔ اور ہر چند اول اول یہ چاہا۔ کہ یہ امر غیبی موقوف رہے۔ لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ بہرحال عاجز نے یہ عہد کر لیا ہے۔ کہ کیسا ہی موقعہ پیش آوے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ کش رہوں۔ کیونکہ تعدد ازدواج کے بوجھ اور مکروہات از حد زیادہ ہیں۔ اور اس میں خرابیاں بہت ہیں۔ اور وہی لوگ ان خرابیوں سے بچے رہتے ہیں۔ جن کو اللہ جلشانہٗ اپنے ارادۂ خاص سے اور اپنی کسی خاص مصلحت سے اور اپنے خاص اعلام و الہام سے اس بار گراں کے اٹھانے کے لئے مامور کرتا ہے۔ تب اس میں بجائے مکروہات کے سراسر برکات ہوتے ہیں۔ آپ کے نوکری چھوڑنے سے بظاہر دل کو رنج ہے۔ مگر آپ نے کوئی مصلحت سوچ لی ہوگی۔ والسلام باقی خیریت ہے والسلام۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۲۰ جون ۱۸۸۶ء۔

یہ دو خط جو جون ۱۸۸۶ء کے ہیں۔ ان سے مندرجہ ذیل باتوں کا انکشاف ہوتا ہے:۔

اول یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس تیسرے نکاح کے

متعلق بذریعہ الہام تحریک ہوئی۔ نہ کہ اپنی کسی نفسانی خواہش کے ماتحت

دوم یہ کہ آپ تب سے اس کے متعلق متفکر و متردد تھے۔ اور بالطبع طبیعت تیسرے نکاح کو ناپسند کرتی تھی۔ اور آپ نے ہر چند چاہا۔ کہ یہ امر غیبی موقوف رہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ کہ حکم الٰہی سے بھی گریز کی جگہ نہیں۔

سوم۔ یہ کہ آپ اپنے لئے تیسرے نکاح کو اس قدر بار گراں سمجھتے ہیں کہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں۔ کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ مگر آپ نے اس علم کے باوجود یہ عہد کر لیا ہے۔ کہ کیسا ہی موقعہ پیش آوے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کئے جائیں۔ تب تک اس سے کنارہ کش رہیں۔

چہارم یہ کہ اس نکاح کی تحریک کے ساتھ ساتھ کثرت سے یہ الہام بھی ہو رہے تھے۔ کہ ایک اولوالعزم لڑکا آپ کو دیا جائیگا۔ اور آپ پسر موعود کی یہ پیشگوئی دو تین سال تک بار بار شائع کرتے رہے۔ اور آپ کے رشتہ دار اور دوسرے لوگ اس پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے ہنسی ٹھٹھے اور مخالفت میں شوخ ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے جواب میں آپ کو متعدد اشتہارات شائع کرنے پڑے۔ جن میں سے ایک اشتہار کا عنوان اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

ہم نے الفت میں تری بار اٹھایا کیا کیا۔ تجھکو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

اور اس اشتہار کی تمہید میں لکھتے ہیں۔ "ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کا گواہ ہے۔ کہ جو لوگ صدق دل سے اپنے

مولیٰ کریم جل شانہٗ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں۔ وہ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور سخت سخت آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کو بد باطن لوگوں سے بہت کچھ رنج دہ باتیں سننی پڑتی ہیں"۔ اس طرح تمہید اٹھاتے ہوئے پسر موعود کی پیشگوئی کے پورا نہ ہونے پر جن لوگوں کی طرف سے اور جو جو اعتراضات کئے ان کا ذکر فرماتے ہوئے مفصل جواب دیتے اور یقین دلاتے ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی اپنے وقت پر ضرور پوری ہوگی۔ اور دشمن روسیاہ نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ رسوا ہونگے"
(تفصیل کے لئے دیکھیں اشتہار محلق اخبار و اشتہار)

غرض جیساکہ ۱۸۸۶ء کے متواتر اشتہاروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری توجہ الہامات کے زیر اثر نیز مخالفین کے طعن و تشنیع کی وجہ سے اس طرف منعطف تھی۔ کہ پسر موعود کی پیشگوئی پوری ہو۔ ایسا ہی اس ابتدائی خط سے جو آپ نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ یہ بات بالوضاحت آشکار ہوتی ہے۔

پنجم یہ کہ اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا پہلے قیاسی طور پر یہ خیال تھا۔ کہ پسر موعود کی پیشگوئی کا تعلق دوسری شادی یعنی حضرت ام المؤمنین کے ساتھ ہے۔ مگر میرزا احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی کے ضمن میں کسی غیبی تحریک سے آپ کا ذہن اس پہلے خیال سے منتقل ہوا۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کیلئے تیسری شادی کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو پہلے خط میں لکھتے ہیں۔ کہ میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تیسری شادی ہو جائے۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد پیدا ہونے کے اشارات

پائے جاتے ہیں
غالباً اس تیسری شادی
کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں۔ کہ کس جگہ ارادہ ازلی نے اس کا ظہور مقدر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہو رہے ہیں۔ (یعنی پسر موعود کے متعلق)

یہ پانچ باتیں ان خطوں سے معلوم ہوتی ہیں۔ جن سے جہاں اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ اپنی ذات میں تیسرے نکاح کے خیال کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ وہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کو اس بات کی بڑی خواہش تھی۔ کہ پسر موعود کی پیشگوئی جیساکہ بار بار الہام ہو رہے تھے۔ پوری ہو۔ اور یہ کہ آپ کو حسب توقع ۱۸۸۶ء میں موعود لڑکا نہ پیدا ہونے پر یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ احمد بیگ کے متعلق انذاری پیشگوئی کے ضمن میں یہ جو الٰہی تحریک پیدا ہو رہی ہے۔ کہ اس سے بطور نشان کے نکاح کے بارے میں سلسلہ جنبانی کر۔ شاید اس سے وہ رحمت کے نشان پورے ہوں۔ جن کے متعلق بکثرت الہام ہو رہے ہیں۔ اور اس خیال کے باوجود آپ اپنی نئی نئی شادی نیز احمد بیگ کی لڑکی کی کم سنی اور دیگر حالات کے پیش نظر غمگین اور متفکر ہوتے اور اپنے نفس کی گہرائیوں میں یہ خواہش پالتے۔ اور اس کے لئے دعا کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ کسی طرح تیسرے نکاح کے متعلق یہ امر موقوف ہو جائے۔ یہانتک کہ اس خواہش کے ساتھ اپنے نفس سے یہ عہد بھی کر لیتے ہیں۔ کہ کیسا ہی موقعہ پیش آئے۔ اس سے کنارہ کش رہیں گے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بارہ میں کوئی صریح حکم سے مجبور ہو جائیں۔ تو پھر اس صورت

میں آپ اپنے لئے گریز کی جگہ نہیں پاتے۔

یہ وہ نئی کیفیات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
اس وقت تھیں۔ جبکہ پسر موعود کے متعلق آپ کو پے در پے الہامات
ہو رہے تھے۔ اور آپ کو کسی الہامی اشارہ یا دیگر حالات کی بنا پر یہ خیال
پیدا ہؤا۔ کہ ان الہامات کا تعلق تیسری شادی سے ہے۔ اور اس کا
اظہار آپ نے بصیغہ راز اپنے ایک نہایت مخلص دوست سے بذریعہ
خط و کتابت کیا۔ جبکہ وہ جموں میں تھے۔ اس سے کم از کم اتنا پتہ تو ضرور
چلتا ہے۔ کہ آپ کئی ایک وجوہ کی بنا پر اپنے لئے تیسری شادی پسند نہیں
کرتے تھے۔ ان میں سے اپنی نئی شادی کا خیال بھی ہوگا جو اسوقت قریب
کے زمانہ میں ہی ہوئی تھی۔ اور ان وجوہات میں سے تعدد ازدواج کی
مشکلات کا بھی خیال تھا۔ نیز یہ وجہ بھی تھی۔ کہ مرزا احمد بیگ اور آپ
کے باقی رشتہ دار سب شدید مخالف تھے۔ اور یہ وجہ بھی تھی۔ کہ لڑکی
اس وقت پورے طور پر بالغ بھی نہیں ہوئی تھی۔ بوقت سلسلہ جنبانی
بمشکل ۱۳ سال کی ہوگی۔ پس یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ حضرت مسیح
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نکاح ثالث کے متعلق سلسلہ جنبانی کرتے وقت
اپنے ہوش و حواس کے مالک نہ تھے۔ اور انکی حالت ایک ایسے شخص
کی سی تھی۔ جو نشیب و فراز اور پس و پیش کے حالات کے درمیان تمیز نہیں
کرسکتا۔ اور جسے چاہیئے نہ چاہیئے کے متعلق کوئی شعور نہیں ہوتا۔ میں
ابھی بتلا چکا ہوں۔ کہ اس قسم کی سلسلہ جنبانی یا پیشگوئی ایسا انسان کسی
صورت میں بھی نہیں کرسکتا۔ جو مکار اور فریبی ہو۔ اور اپنی جھوٹی ولایت
کی دکان چلانا چاہتا ہو۔ نکاح کے متعلق اس قسم کی سلسلہ جنبانی صرف

دو ہی صورتوں میں صادر ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ انسان مختل الدماغ ہو۔
حالات کا موازنہ نہ کرسکتا ہو۔ یا اگر وہ صحیح الدماغ انسان ہے۔ تو پھر ہمیں
اس کے لئے خارق عادت حالات میں تلاش کرنے ہوں گے۔ اس کے متعلق
یہ نظریہ درست نہ ہوگا۔ کہ وہ ایک فریبی جعلساز دوکاندار ہے۔ جو اپنی جھوٹی ولایت
کا سکہ بٹھانے کے لئے نوعمر لڑکیوں سے ان کے والدین کو ڈرا دھمکا
کر اپنی حرص ہوس پوری کرنا چاہتا ہے۔ یہ خیال بہت ہی دور کا ہے۔
عقل سلیم اسکو دھکے دیتی ہے۔ اور مشاہدہ اسے جھٹلاتا ہے۔ ایک لمحہ
کے لئے بھی اسے اپنے تصور میں لانا درحقیقت خود اپنے متعلق یہ شہادت
قائم کرنا ہے۔ کہ ایسا قیاس کرنے والا پرلے درجہ کا بے وقوف اور احمق
انسان ہے۔ جو اتنی بھی تمیز نہیں رکھتا۔ کہ جعلساز اور مکار لوگوں کے
کیا ڈھب ہوتے ہیں۔ وہ تو دنیا کو بنانے کے لئے اسکی آنکھوں میں ویسا
بنتے ہیں۔ جیسا اس کے مرغوب خاطر ہو نہ یہ کہ شروع دعویٰ میں ہی ایسی
راہ اختیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس سے دنیا برافروختہ ہو کر انہیں گالیاں
دینا شروع کردے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ ۱۸۸۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام مجدد و مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ فرما چکے تھے۔ اور
۱۸۸۹ء میں آپ نے بیعت لینی شروع کردی تھی۔ گویا یہ زمانہ جس میں
نکاح ثالث کے متعلق سلسلہ جنبانی ہوئی۔ آپ کے دعویٰ کا ابتدائی
زمانہ تھا۔ اور یہ باور نہیں ہوسکتا۔ کہ ایک دنیا دار ٹھگ ہو۔ اور وہ ادھر
مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور ادھر ساتھ ہی تیسرے نکاح
کے لئے پیغام رسانی بھی شروع کردے۔ اور نکاح بھی ایک نوعمر لڑکی
سے اور اپنے شدید مخالفوں کے گھر جبکہ اپنے گھر میں ایک دلھن بھی

تازہ آئی ہو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قیاس کی دونوں شقیں قائم نہیں رہتیں۔ نہ مکار دنیا داروں والی شق اور نہ مختل الدماغ انسانوں والی جس میں انجام اور عواقب پر نظر نہیں ہوتی۔ یقیناً آپ اچھی طرح محسوس کرتے تھے۔ کہ نکاح کے متعلق یہ سلسلہ جنبانی ایسے مخصوص حالات کی وجہ سے مناسب نہیں۔ اور یہ کہ اس کا اعلان ہنسی اور مخالفت کے چمکنے کا باعث ہوگا۔ آپ نے اسے پوشیدہ رکھا۔ اور دل کے پختہ عزم سے چاہا۔ کہ یہ نہ ہو۔ اور اپنے نفس میں عہد کر لیا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ باوجود ان تمام باتوں کے پھر کیوں یہ سب کچھ ہوا۔ وہ کیا خارق عادت حالات تھے۔ جن کے ماتحت بے بس ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا پہلا عزم فسخ کرنا پڑا۔ اور وہ کیا مجبوری تھی۔ جو آپ نے اپنے نفس کے سمجھانے بجھانے کے باوجود بالفعل نکاح ثالث کے متعلق سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ اور پھر ایسے زور شور سے کی۔ کہ اسکا ذکر ہر خاص و عام میں آگیا۔ جس سے آپ ساری دنیا کے طعن و تشنیع کا مورد بن گئے۔ اور اپنوں بیگانوں سے خوب گالیاں کھائیں۔ اور چاروں طرف سے پھبتیاں اڑنے لگیں۔ کیا جھوٹی ولایت کا ڈھونگ رچانے کا شوق پیدا ہوا تھا؟ ایسے لوگ تو اس راہ کا نام نہیں لیتے۔ جہاں سے انہیں گالیاں پڑیں۔ یا پھر کیا دماغی توازن میں خلل تھا؟ ایسے لوگوں کو تو دنیا معذور سمجھ کر ان سے اعراض کرتی اور انہیں گالیاں دینے یا ان کی مخالفت کرنے کا نام تک نہیں لیتی۔ اس قسم کے پاگلوں کے نمونے آپ کے سامنے اب بھی موجود ہیں۔ اور دیکھ لو۔ کہ کون انہیں برا بھلا کہتا ہے۔ سب یہی کہتے ہیں۔ بچارے

کا دماغ خراب ہے۔ اور اس پر بجائے غصے کے ترس کھاتے ہیں۔ یا پھر کیا نکاح کا یونہی شوق تھا۔ جسے لامحالہ پورا کرنا تھا۔ اس امر کا بھی امکان نظر نہیں آتا۔ کیونکہ گذشتہ ۲۰ سال تک ایسی بیوی کے ساتھ صبر کئے رکھا۔ جس کے بطن سے سلسلہ اولاد منقطع ہو چکا تھا۔ اور اس کے بعد جو شادی کی۔ اس کو بمشکل ایک دو سال ہی گذرے ہوں گے۔ یا کیا پھر کسی ہوس انسان کی طرح اپنے خواب پورا کرنے کی فکر لاحق ہو گئی تھی یہ صورت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ پرائیویٹ خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جب تیسری شادی کے لئے اس قسم کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ تو اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ تیسرے نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور خواہ کیسی بھی صورت ہو۔ اس بار گراں کو نہیں اٹھائینگے اس فیصلہ کے بعد پھر کیا چیز تھی۔ جس نے آپ کو اپنے دعویٰ کے بالکل ابتدائی ایام میں اور مخالفانہ حالات کے ہوتے ہوئے اس راستہ پر قدم رکھنے کے لئے مجبور کر دیا۔ جس کے متعلق آپ کو یقین ہے۔ کہ وہ سخت کٹھن اور کانٹے دار ہے۔ وہ چیز آپ کا یہ فقرہ تھا۔ "جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ کش رہوں"۔

اب میرے اس ایک فقرے کی تحقیق اور تشریح کرنا ہے۔ اور مجھے اس کے لئے ۱۸۸۶ء سے ۱۸۸۸ء تک کے زمانہ کی تھوڑی سی سرگذشت آپ سے بیان کرنی ہے۔ تا وہ حقیقت جو پس پردہ کام کر رہی تھی۔ اس کا انکشاف ہو۔

اس وقت میرے سامنے تبلیغ رسالت اور تذکرہ ہے۔ جس میں مذکورہ بالا زمانے کے اشتہارات اور الہامات و کشوف درج ہیں۔ ان کے مطالعہ

سے ایک بات نہایت وضاحت سے ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس زمانہ میں پسرِ موعود کی پیشگوئی کو بار بار اور بڑی تحدی سے دہرایا جارہا تھا۔ جیسے جیسے اس بارہ میں وحی الٰہی کی تجلی شدت اور زور کے ساتھ ہوتی جاتی تھی۔ ویسے ویسے آپ اس کے اعلان میں اشتہار پر اشتہار دیئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ نومبر ۱۸۸۸ء میں جب لوگوں کا اس بارہ میں ہنسی ٹھٹھا اور مخالفت انتہائی حد تک بڑھ چکا۔ تو آپ کو یہ وحی ہوئی ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَقَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ۔ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ فَتَوَلَّ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیْنٍ اِنَّ الصَّابِرِیْنَ یُوَفّٰی لَھُمْ اَجْرُھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (تذکرہ ص۱۶۵)

اس وحی کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں۔ " بشیر (اول) کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا۔ اور وہ جو کچے تھے۔ وہ مصلح موعود کے ملنے سے ناامید ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ تو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہیگا۔ یہانتک قریب المرگ ہو جائیگا۔ یا مر جائیگا۔ سو خدا تعالےٰ نے مجھے فرمادیا۔ کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیرے۔ جبتک وہ وقت پہنچ جائے۔ اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے۔ ان کے لئے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔ یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں۔ اور کوتہ بینوں کی نظر میں حیرت ناک "۔ ایک طرف یہ وحی ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف سبز اشتہار شائع کرکے آپ فرماتے ہیں:۔ " دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا۔ کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔

پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے۔ اور احمق اسکی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اسکی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اسکی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ (سبز اشتہار ص۷ حاشیہ)

غرض جنوری ۱۸۸۶ء سے دسمبر ۱۸۸۸ء تک کا زمانہ اس امر میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ کہ اس عرصہ میں آپ کو پسر موعود کے بارے میں کثرت سے الہام ہوئے۔ اور جس کثرت و شدت سے یہ الہام ہوئے۔ اسی شدت اور کثرت سے لوگوں کو ہنسی اور ٹھٹھا کرنے کا موقعہ ملا۔ اور باوجود اس کے آپ کے اس یقین میں ایک رائی کے برابر بھی فرق نہیں آیا۔ بلکہ وہ یقین اور بھی اپنی قوت میں بڑھتا چلا گیا۔ کہ خدا تعالیٰ کے یہ مبارک وعدے ضرور پورے ہوکر رہیں گے۔ چنانچہ سبز اشتہار میں پھر اسی پیشگوئی کا اعادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ " اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر یہ ظاہر کیا۔ کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا۔ جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق ما یشاء۔ اور خدا تعالےٰ نے مجھ پر یہ ظاہر کیا۔ کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے"۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے۔ کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ (یعنی اسکی موت کی وجہ سے جو ابتلا آیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے جو گالیاں اور طعن و تشنیع برداشت کیا اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ نے روحانی طور پر رحمت سے نوازا) اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے"۔ اور ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو جب دوسرا

لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ تو آپ ایک اور اشتہار معنونہ "تکمیل تبلیغ" میں نیز ایک خط (بنام حضرت خلیفہ اول رضؓ) میں فرماتے ہیں۔ "یہ وہی بشیر ہے۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ جسکی نسبت فرمایا۔ کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے۔ جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔" (تذکرہ ص۱۷۱)

غرض پسر موعود کی مندرجہ بالا پیشگوئی کے متعلق مخالفانہ حالات کے باوجود آپ کے یقین میں کمی نہیں۔ بلکہ دن بدن زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ موعود پیدا ہوتا ہے۔ اور آپ اعلان فرماتے ہیں۔ کہ یہ وہ مولود ہے۔ جو سابقہ پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ جس کے متعلق سبز اشتہار میں لوگوں کو بایں الفاظ مخاطب کیا تھا۔ "اے وے لوگو جنہوں نے ظلمت یعنی ابتلاء کا زمانہ کو دیکھ لیا۔ حیرانی میں مت پڑو۔ بلکہ خوش ہو۔ اور خوشی سے اچھلو۔ کہ اس کے بعد اب روشنی (یعنی وعدہ پورا ہونے کا زمانہ) ہے۔" یہ مختصر سی سرگذشت ہے۔ اس زمانہ کی جس سے محمدی بیگم کی پیشگوئی کا اصل تعلق ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں اس تعلق کی وضاحت کروں۔ اس رحمت کے نشان کے بارے میں سب سے پہلے اعلان جو آپ نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں فرمایا تھا۔ اسکو دہرا دوں۔ کیونکہ وہ اصل اساس ہے۔ تمام اس خارق عادت ماجرے کی جو بعد میں گذری۔ اسکو نظر انداز کرنے سے میں اپنے اس مقصد کو واضح نہیں کر سکونگا۔ جس کے قریب میں آپ کو لے جانا چاہتا ہوں۔ تا جس نظر سے میں اس پیشگوئی کو دیکھتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ اسے دیکھ سکیں۔ اور وہ اشتہار یوں شروع ہوتا ہے:۔

"پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہٗ و عز اسمہٗ) مجھکو اپنے الہام سے

مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تونے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔" خدا نے یہ کہا تھا۔ وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں۔ باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں۔ کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں۔ سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفٰے کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہی اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل

× خدا ہمارے ساتھ ہے

ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور
اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی
نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف
کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ
تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم
ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔
(اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ
فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کان
اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال
الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی
رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اسمیں اپنی روح ڈالیں گے
اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا۔ اور
اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں
تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب
اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وکان امراً مقضیا
پھر خدائے کریم جل شانہٗ نے مجھے بشارت دیکر کہا۔ کہ
تیرا گھر برکت سے بھریگا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا۔ اور
خواتین مبارکہ سے جنمیں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔
تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا
اور برکت دونگا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہونگے
اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔

اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔ اور
وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائیگی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے۔ تو خدا ان
پر بلا پر بلا نازل کریگا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے
گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ اور ان کی دیواروں پر غضب نازل
ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے۔ تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کریگا۔ خدا
تیری برکتیں اردگرد پھیلائیگا۔ اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد
کریگا۔* اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دیگا۔ تیری ذریت
منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا
تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے۔ عزت کے ساتھ
قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔

---

*: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد میں اس حصۂ
پیشگوئی سے مراد اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں میرزا احمد بیگ
کا اجڑا ہوا گھر لیا تھا۔ یعنی اگر وہ اپنی لڑکی کا رشتہ آپ سے کر
دیگا۔ تو رحمت کے نشان سے فائدہ اٹھائیگا۔ ورنہ اس کے انذاری
حصہ کے مطابق ہلاک ہوگا۔
میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ کہ اسکا اصل مصداق منشائے الٰہی میں
کونسا گھر تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذہن کیوں اس سے دوسری
طرف منتقل کیا گیا۔

یَں تجھے اٹھاؤنگا۔ اور اپنی طرف بلا لونگا۔ پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھیگا۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں۔ وہ خود ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی اور نامرادی میں مرینگے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کریگا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ پس میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسری گروہ پر تا روز قیامت غالب رہینگے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولیگا۔ اور فراموش نہیں کریگا اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائینگے۔ تو مجھے ایسا ہے۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی ظلّی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے۔ تو مجھے ایسا ہے۔ جیسے میری توحید۔ تو مجھ سے اور مَیں تجھ سے ہوں۔ اور وہ وقت آتا ہے۔ بلکہ قریب ہے۔ کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالیگا۔ یہاںتک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو

سلہ امتی کا کمال ہی۔ کہ اپنے نبی متبوع سے بلکہ تمام انبیاء متبوعین علیہم السلام سے مشابہت پیدا کرے۔ یہی کامل اتباع کی حقیقت اور علت غائی ہے۔ جس کے لئے سورہ فاتحہ میں دعا کرنے کے لئے ہم لوگ مامور ہیں۔ بلکہ یہی انسان کی فطرت میں تقاضا پایا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے مسلمان لوگ اپنی اولاد کے نام بطور تفاول۔ عیسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ موسیٰؑ۔ یعقوبؑ۔ محمدؐ وغیرہ انبیاء علیہ السلام کے نام پر رکھتے ہیں۔ اور مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ تا وہی اخلاق و برکات بطور ظل ان میں بھی پیدا ہو جائیں۔ فتدبر۔

اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے۔ فقط الراقم خاکسار غلام احمد۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

پسر موعود کیلئے بیقراری

اس عظیم الشان پیشگوئی کو ایک سرسری نظر دیکھنے سے صرف یہی بات نہیں معلوم ہوتی۔ کہ ایک وجیہ زکی اور پاک لڑکا آپ کو دیا جائیگا۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مولود فضل و رحمت اور فتح و ظفر اور قدرت کا ایسا نشان ہوگا۔ کہ تمام وہ برکتیں اور بشارتیں جو اس پیشگوئی میں مندرج ہیں۔ اسکی پیدائش اور اس کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پسر موعود کی یہ پیشگوئی کیا ہے۔ گویا ایک پارس ہے۔ یا گوہر بے بہا یا آب حیات جس کے لئے آپ ۱۸۸۶ء سے لیکر جنوری ۱۸۸۹ء تک عجیب بے قراری میں دکھلائی دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے بھی آپ کی اس بے انتہائی بیقراری کو دیکھ کر آپ سے یہ کہتے ہیں۔ تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ۔ یعنی بخدا تو تو یوسف کی یاد میں ایسا مضمحل و بے قرار ہو رہا ہے۔ کہ گویا مرنے لگا ہے۔ اس وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پسر موعود کے لئے آپ کی یہ بے قراری حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیقراری کی طرح تھی۔ جو اپنے گم گشتہ یوسف کی راہ تکتے تکتے آنکھوں کی بینائی بھی کھو بیٹھے تھے۔ اور یہ بے قراری کوئی معمولی بیقراری نہ تھی۔ اور اس بیقراری اور گھبراہٹ کے پیچھے جیسا کہ نفس پیشگوئی کے مضمون سے ہویدا ہے۔ نہایت ہی اہم بواعث کام کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک دنیا کو اپنی صداقت پر رحمت کا نشان۔ فتح و ظفر کی کلید۔ جلال الٰہی کے ظہور

کانمونہ جس میں ایک اُجڑے ہوئے گھر کی آبادی ۔ بیماروں کی شفا۔ اسیروں کی رستگاری ۔ قوموں کی برکت ۔ محمدؐ مصطفٰے کے منکرین کے لئے ایک کھلی نشانی۔ اور ایک صادق انسان کے مکذبین جو اسکی ذلت کے درپے ہیں۔ ناکامی اور نامرادی کا پیغام۔ ایسا عظمت و شوکت کا باطل شکن نشان جس میں، تمام دنیا کو خدا کے دین اور اسکی کتاب کی حقانیت کے لئے بطور کسوٹی کے پیش کیا گیا ہو۔ اور جس کے ظاہر نہ ہونے پر ہر بار مخالفین ٹھٹھا اور ہنسی سے پیش آتے ہیں۔ وہ انہیں کھلے اشتہاروں سے یعقوبؑ کی طرح بار بار جواب دیتا ہے۔ کہ اس خدا نے میری تضرعات کو سن لیا ہے اور میری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی ہے۔ و اعلم مالا تعلمون ۔ ایسی تحدی والے اور تمام برکتوں کے نشان کے لئے جس پر ایک صادق کی بعثت کے اغراض و مقاصد کا دار و مدار ہو۔ وہ صادق یقیناً یعقوبؑ سے بھی بڑھ کر بے قرار ہوگا۔ اور کونسا باپ ہے۔ جو یوسف جیسے بیٹے کی تلاش میں سارے جہان کی خاک نہ چھانیگا۔ یا بحر ظلمات کی تاریکیوں میں ٹٹولنے میں دریغ کریگا۔ اور وہ کونسا احمق انسان ہوگا۔ جو یعقوب کو یوسف کے لئے گریہ وزاری اور صحرا نوردی پر ملامت کریگا۔ پس ٹھیک اسی طرح قیاس کرلو اس انسان کے متعلق بھی جسے یوسف کے مل جانے کی خوشخبری دی گئی ہو۔ اور پھر وہ بیقراری سے اسکا انتظار نہ کر رہا ہو۔ یا اسکی تلاش میں ادھر ادھر نہ جھانک رہا ہو۔ یوسف کے مل جانے کی بشارت تو پسر موعود کی بشارت کے سامنے کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ ساری دنیا کی نعمتیں ایک طرف۔ اور یہ بشارت ایک طرف۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:۔ بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا دکھاؤنگا کہ اک عالم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی

فسبحان الذی اخزی الاعادی ۔

پس خدارا ایک طرف اس عظیم الشان بشارت کو سامنے رکھو۔ اور پھر اس بشارت کے پانے والے انسان کے دل و دماغ کی کیفیات اور جذبات کا مطالعہ کرو۔ کہ وہ کس نوعیت اور کس حدت کے ہوں گے ۔ ایک لمحہ کیلئے فرض کرو۔ کہ دین و دنیا کی برکات کے وعدوں کے ساتھ آپ کو ایک بیٹے کی خوشخبری دی جائے۔ تو آپ کی انتظار اور جستجو کی گھڑیوں کی کیا حالت ہوگی۔ اور اس کے حاصل کرنے میں آپ کیا کچھ نہ کریں گے ۔ اس سے آپ آسانی سے اندازہ لگائیں کہ اس بشارت کی موجودگی میں اور اس کا بار بار اعلان کرنے اور بظاہر حالات اسے پورا ہوتے ہوئے نہ دیکھنے کی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۸۸۶ء سے ۱۸۸۹ء تک ذہنی کاوش کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے۔ ضرور ہے۔ کہ آپکی روح ایسے ربانی نشان کلمۃ اللہ ۔ کلمہ تمجید کی جستجو میں نہایت درجہ بے قرار ہو۔ اور آپ یقیناً اس کے لئے نہایت بیقرار تھے۔ اور اس نہایت درجہ بیقراری کا پتہ جیسا کہ آپ کے ان تسلی آمیز الہاموں سے لگتا ہے۔ جو آپ کو اس لمبے عرصہ میں اس روح الحق کے بارے میں بار بار ہوتے رہے ہیں۔ اور جنہیں آپ دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ ایسا ہی ان خطوں سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ جو آپ نے پرائیویٹ طور پر نہ صرف حضرت خلیفہ اول رضؓ کو لکھے بلکہ بعض دوسرے دوستوں کو بھی لکھے۔ ان میں سے چودھری رستم علی صاحب کا بھی ایک خط جون ۱۸۸۶ء کا ہے جو تذکرہ کے صفحہ ۱۳۵ پر درج ہے۔ اس خط کا مضمون بھی تقریباً وہی ہے ۔ جو حضرت خلیفہ اول کو لکھا۔ اور جس کا

ذکر میں پیشتر کر چکا ہوں۔

ان خطوں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ آپ اپنے کسی الہام کی بنا پر یہ سمجھنے لگے ہیں۔ کہ ایک اور پارسا طبع اور نیک سیرت عورت سے نکاح ہوگا۔ اور اسی سے وہ مبارک لڑکا بھی پیدا ہوگا۔ جس کا مندرجہ بالا بشارت میں وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ الہامات کونسے ہیں۔ جن سے آپ نے یہ قیاس کیا۔ ان میں سے ایک الہام تو اسی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی مشہور پیشگوئی میں مذکور ہے۔ جسکی ابتداء یوں ہے۔ "پھر خدائے کریم جلشانہٗ نے مجھے بشارت دیکر کہا۔ تیرا گھر برکت سے بھریگا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائیگا۔ تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔.... اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائیگی۔

یہ وہ الہام ہیں۔ جن میں ایک خواتین مبارکہ کا ذکر ہے۔ جن سے آپ کی نسل بکثرت بڑھائے جانے کا وعدہ ہے۔ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو جو خط مورخہ ۲۰ جون ۱۸۸۶ء لکھا گیا۔ اس سے یقینی طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ کہ اس وقت تک نکاح ثانی کے متعلق کوئی صریح الہام نہیں بلکہ بعض الہاموں سے اشارۃً مستنبط کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ اس خط میں لکھتے ہیں:۔ "بہرحال عاجز نے یہ عہد کرلیا ہے۔ کہ کیسا ہی موقعہ پیش آوے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ کش رہوں"۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت دوسری شادی کا خیال بطور ایک قیاس کے تھا۔ جو بظاہر ان الہامات کے الفاظ سے بھی اخذ کیا جا سکتا ہے۔ گو وہ الہام جو ۱۸۸۷ء سے پہلے کے ہیں۔ اور جن میں سے

ایک یہ الہام ۱۸۹۱ء والا بھی ہے۔ یعنی "میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی"۔ انہیں آپ اپنی دوسری شادی میں پورا ہوتے دیکھ چکے تھے۔ اور آپ کا یہی خیال رہا۔ کہ پسر موعودہ کی بشارتیں حضرت ام المؤمنین سلمہا اللہ تعالیٰ سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ مگر اب جبکہ اس موعودہ بشارت کی انتظار شدت سے بڑھتی چلی جارہی تھی اور اس انتظار کے ساتھ مخالفانہ حالات (ایک لڑکی اور اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوکر ان کا فوت ہو جانا) پیدا ہو رہے تھے۔ اور لوگوں کی ہنسی ٹھٹھا بڑھتا جاتا تھا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ طبعًا ان الہامات کا اصل مدعا سمجھنے کی طرف منعطف ہوئی۔ اور آپ کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ مبادا اس موعود پسر کا تعلق کسی اور شادی سے نہ ہو۔ اس بات کا تو قطعی طور پر آپ فیصلہ کر چکے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ کے وعدے پسر موعود کے بارے میں یقینی ہیں۔ جیسا کہ آپ فروری۔ مارچ۔ اپریل۔ ستمبر ۱۸۸۶ء اور اگست ۱۸۸۷ء اور اکتوبر ۱۸۸۹ء کے اشتہاروں میں اور نیز ازالہ اوہام (مطبوعہ ۱۸۹۱ء) میں بتکرار اور اصرار اور پوری صراحت سے کر چکے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے۔ کہ میری ہی ذرّیت سے ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ تیری ہی نسل سے ہوگا۔ وہ آسمان سے اتریگا۔ اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دیگا" الخ اور ایک عرصہ تک یہی یقین رہا۔ کہ اسکا تعلق دوسری شادی سے ہے۔ جو ہو چکی۔ مگر اب جبکہ اس کے ظہور کی انتظار ضرورت سے لمبی ہوگئی

تو آپ نے اگرچہ نفس پیشگوئی کے بارے میں ایک لمحہ کے لئے تردد محسوس نہیں کیا۔ البتہ یہ خیال ضرور کیا۔ کہ ممکن ہے۔ اسکی پیدائش کا تعلق کسی دوسری بیوی سے ہو۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ اس خیال کی کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ وہ اس پیشگوئی کی اہمیت اس نظر سے نہیں دیکھتا۔ جس نظر سے آپ دیکھ رہے تھے۔ اور نہ ان مخالفانہ حالات کو سامنے رکھتا ہے۔ جو آپ کے اعلان دعویٰ کی وجہ سے پیدا ہو رہے تھے۔ آپ کی گھبراہٹ اور قلق کا اندازہ صرف اور صرف وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو یعقوب علیہ السلام کے دل گردے کا مالک ہو۔ اور جس کی آنکھیں ایک نہایت ہی محبوب شے کی تلاش میں بے خواب اور گریاں ہوں۔ اسی بشارت میں الہام الٰہی کے کلمات ان الفاظ کے بھی حامل تھے۔ "اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دونگا۔" پس ان مذکورہ بالا حالات میں کسی تیسری بیوی کے بطن سے خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح کئے ہوئے انسان کے پیدا ہونے کا خیال نہ صرف یہ کہ ایک طبعی امر تھا بلکہ آپ کا حاملِ وحی ہونے اور عظیم الشان اصلاح کا بیڑا اٹھانے والے کی حیثیت سے یہ فرض بھی تھا۔ کہ اگر ایک سے نہیں۔ تو دوسری سے اور دوسری سے نہیں تو تیسری اور چوتھی بیوی سے ہو۔ اسکی تلاش کرتے۔ اور واقعات کی تصدیق جس خاتون کے مولود کے حق میں ہوتی وہی خاتون الہام الٰہی میں مقصود ہوتی۔ اور اگر اس تجربہ میں ذرہ بھی کوتاہی فرماتے۔ تو آپ اس عظیم الشان وعدہ الٰہی کے پیش نظر ایک بہت بڑے مواخذہ کے نیچے تھے۔ درحقیقت یہی وجہ آپ کی گھبراہٹ کی بھی تھی۔ اور

آپ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ مبادا اس عظیم الشان عطیے سے (الہام میں اشارات پائے جانے کے باوجود) صرف اسی ایک خاتون پر انحصار رکھنے کے سبب محروم نہ کیا جاؤں۔ اور کون ہے۔ جو اس میں آپ پر الزام رکھے گا؟

لیکن جیسا کہ میں شروع تمہید میں اس راز کو بتلا چکا ہوں۔ کہ جنہیں خدا اپنے کام کے لئے تیار کرتا ہے۔ انکی فطرت کا خمیر شروع سے ہی کچھ ایسا اٹھایا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے نفس کی مرضی سے کوئی کام نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا ہر کام خدا تعالیٰ کی مشیئت کے ماتحت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود مذکورہ بالا الہام سے مترشح اور مستنبط ہونیکے آپ نے محض اپنے قیاس کی وجہ سے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ اس کے خلاف یہ فیصلہ کیا کہ "خواہ کیسا ہی موقعہ پیش آئے۔ جب تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ کش رہوں۔"

یہاں اہل بصیرت کے لئے دو قسم کی جد جہد کی کیفیتیں آپس میں کشمکش کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک طرف سے مشیئت الٰہی کی زبردست تجلی کا یہ گہرا یقین کہ ایک مسیحی نفس اور روح الحق مولود ضرور دیا جائیگا۔ اور دوسرے یہ کیفیت کہ وہ اس بیوی سے ہوگا یا کسی دوسری بیوی سے۔ اور اس کے بین بین نفس کی یہ کیفیت بھی کارفرما ہے۔ کہ دوسری بیوی کی وجہ سے ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے آپ متحمل نہیں۔ اور آپ کی یہ شدید خواہش کہ یہ دوسری صورت پیدا نہ ہو۔ اور یہ اندیشہ کہ خدا تعالیٰ کا اس بارہ میں کوئی صریح حکم نہ آجائے۔ اور اس خواہش پر موت کا وارد ہونا ایک آخری مرحلہ ہے اس روحانی ارتقاء میں جس سے خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے تیار شدہ بندوں کو لامحالہ گذرنا پڑتا ہے۔ یہ وہ آخری کڑوا گھونٹ ہی

جس کے پینے کے بعد روحانی انسان کے اندر روحانی نعمتوں کی شیرینی بھری جاتی ہے۔ اور ضرور ہے۔ کہ ہر سالکِ راہ کو یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑے۔ تاکہ وہ اپنی کوئی خواہش بھی نہ رکھ سکے۔ اور تاکہ وہ ہر امر الٰہی کے اختیار کرنے کیلئے اپنے دل کی ساری خوشی کے ساتھ آگے بڑھنے کے لئے اپنے تئیں مستعد اور تیار پائے۔ کوئی شخص منصب رسالت کے لئے نہیں چنا جاتا۔ جب تک آخری مرحلہ طے کر کے رسالت کا یہ روحانی مقام اسے حاصل نہیں ہو جاتا اور ضرور تھا۔ کہ مسیح موعودؑ کو بھی ایسا مقام حاصل ہوتا۔ اور آپ کی زندگی میں سنتِ الٰہیہ کے مطابق ایسا نمونہ ہمارے لئے قائم کیا جاتا۔ جو دنیا میں ایک ابدی شاہد کے قائم مقام ہو کر یہ شہادت دیتا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بروز ہونے کا یہ مدعی اور آپ کا یہ غلام بھی درحقیقت مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى کا اسی طرح مصداق تھا جس طرح وہ نامدار آقا، دو جہاں کا سردار۔

ہر نبی کی زندگی میں ایسے واقعات کی واضح مثالیں روز روشن کی طرح ملتی ہیں۔ جن سے ان تلخ آزمائشوں اور کڑوے گھونٹوں کی نوعیت اور انکی غرض و غایت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت موسیٰؑ کی بعثت کے واقعہ کو یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ قَوْمَ فِرْعَوْنَ اَلَا یَتَّقُوْنَ۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ۔ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ۔ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ۔ (شعراء آیت ۱۰-۱۵) اور جب تیرے رب نے موسیٰؑ کو پکارا۔ کہ ظالم قوم کے پاس جا۔ یعنی فرعون کی قوم۔ کیا وہ تقویٰ سے کام نہیں لیں گے۔ موسیٰؑ نے کہا۔ اے میرے رب میں ڈرتا ہوں

کہ وہ مجھے جھوٹا قرار دیں گے۔ اور میرا سینہ تنگ ہے۔ اور زبان چلتی نہیں۔ ہارونؑ کو حکم دیں۔ اور میں ان کا مجرم بھی ہوں۔ مجھے خوف ہے۔ کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ قَالَ كَلَّا۔ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ۔ (الشعراء ۱۶) کہا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ۔ ہم بھی تمہارے ساتھ (تمہارا ماجرا) سننے والے ہونگے۔ اسی واقعہ کا سورہ طٰہٰ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۔ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ۔ (آیت ۴۳) اور تو نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ تو ہم نے تجھے غم سے رہائی دی۔ اور تجھے طرح طرح کی کٹھالیوں میں ڈال کر کندن کیا۔ اور چند سال تک مدین والوں کے پاس رہا۔ پھر جا کر اے موسیٰ تو اس مقررہ اندازہ پر پہنچا ہے۔ اور میں نے تجھے اپنے لئے تیار کیا ہے۔ اس لئے اب تجھے میرے لئے جینا اور مرنا ہوگا اور میرے حکم کی تعمیل میں تیری اپنی خواہش کا کوئی دخل نہ ہو۔ جا تو اور تیرا بھائی میرے احکام اور نشانات کے ساتھ۔ اور ہر دم مجھے یاد رکھنا کہ تجھے میں نے اپنے لئے تیار کیا ہے۔ اور اسمیں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تربیت اور آزمائشوں کی کٹھالی میں ڈال کر انہیں اپنے لئے تیار کئے جانے کے مضمون پر زور دیا ہے۔ اور سورہ شعراء کی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی خواہش اور خوف و ہراس کے احتمالات کو کلّا کہہ کر ٹھکرا دیا ہے۔ اور ان دو آیتوں سے یہ سمجھایا ہے۔ کہ نبی دو قسم کے محرکات کے درمیان کشمکش کر رہا ہوتا ہے۔ ایک تحریک بشریت کے طبعی تقاضا کے ماتحت ہوتی ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ

السلام کا خوف وہراس اور اپنی کمزوریوں کا خیال اور اس کے ضمن میں معذرت
کا پیش کرنا اور دوسری تحریک مشیت ربانی کی جو پہلی تحریک کو آخر دبا لیتی
ہے۔ یہ دونوں تحریکیں ممتاز طور پر ایک دوسری سے جدا جدا نظر آتی ہیں۔
لیکن ایک اپنی قوت وشدت میں دوسری تحریک سے غالب پہلو رکھتی ہے
اور فعال ہوتی ہے۔ اور دوسری اس کے فعالیت کے زیر اثر کالعدم ہو جاتی
ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ تا دیکھنے والے دیکھیں۔ کہ وہ ربانی انسان اپنی
خواہش رکھتے ہوئے اس خواہش کو خدا تعالیٰ کی مشیت کے بھینٹ چڑھاتا ہے
اور یہ کہ وہ اپنی مرضی چھوڑتا اور خدا تعالیٰ کی مرضی کو مقدم کرتا ہے۔ اور اگر یہ جدا
جدا لاہوتی اور ناسوتی رَوئیں اس کے اندر کام کرتی ہوئی نظر آئیں۔ تو ہمارے
لئے یہ سمجھنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے۔ کہ اس ربانی انسان میں کونسا
حصہ اس کے اپنے نفس کا ہے۔ اور کونسا حصہ خدائے قدوس کا۔ اور یہ کہ وہ
کونسے حصے کو کس حصہ پر ترجیح دیتا ہے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو۔ کہ مدعی
نبوت و رسالت میں اس کے نفس کی خواہشات اور جذبات کیا ہیں۔ اور اس
کے معبود حقیقی کی مرضی کیا ہے۔ ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے اپنی خواہشات
کو خدا تعالیٰ کی مرضی کیلئے چھوڑا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے واقعہ بعثت و ماموریت کو نمونہ پیش کرکے بتلا دیا ہے۔ کہ وہ بحیثیت ایک
بشر انسان کے یہ خوف وہراس اور یہ خواہش رکھتے تھے۔ اور اس کے بالمقابل
خدا تعالیٰ کی مشیت یہ تھی۔ مگر چونکہ وہ خدا تعالیٰ کے کام کے لئے اس کے ہاتھ
سے تیار شدہ انسان تھا۔ ایک لفظ کَلَّا کے کہنے پر وہ ایک سپاہیانہ انداز
سے اپنے دل جگر پر ہاتھ رکھتے ہوئے خدائی مشیت کے پورا کرنے کے لئے مقابلہ
عزم کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ بالکل ایک نرالا انسان تھا۔ جو یقینی

خطرات میں گھرے ہوئے ہزارہا انسانوں کی چیخ وپکار اور اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ
کے شور و غوغا پر كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ کہتے ہوئے عین سمندر کے
تلاطم میں اپنی ساری قوم سمیت کود پڑا۔ اب یہ موسیٰ وہ بشر نہ تھے جنہوں
نے ابتداء میں بشریت کے تقاضا کے ماتحت خوف کی عدم موجودگی میں ہر
قسم کے خوف کے احتمالات پیش کرکے معذرت کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام
کی دونوں حالتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور یہ صرف اس لئے
دکھلایا جاتا ہے۔ تا دیکھنے والے دیکھیں کہ مدعی نبوت کا کونسا حصہ بشریت کا
ہے۔ اور کونسا حصہ ربانی۔

اسی طرح بعینہ ہر نبی کی زندگی میں یہ دو حصے جدا جدا کر کے دکھلائے
جاتے ہیں۔ اور جس انسان کی پیشگوئی کے متعلق میں آج آپ سے مخاطب
ہوں۔ اسمیں بھی یہ نظارہ ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار دکھلایا جا چکا
ہے۔ تا یقین کرنیوالوں کو یقین ہو۔ کہ وہ آپ سے نہیں بلکہ خدا سے تھا۔
اور خدائے قدوس میں ہو کر اس نے اپنی مرضی نہیں بلکہ خدائے قدوس
کی مرضی کو اختیار کیا۔ اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اس نے اپنے
پرائیویٹ خط میں جو مورخہ ۱۰ جون ۱۹۱۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کو لکھا۔
اپنی خواہش اور اپنے عزم کا اظہار کھلے الفاظ میں کر دیا۔ کہ گو الہامات
سے اشارۃً یہ بھی مترشح ہوتا ہے۔ کہ تیسرا نکاح ہو۔ مگر وہ فلاں فلاں
وجوہات کی بنا پر اپنے لئے اسے مناسب نہیں سمجھتے۔ اور یہ قطعی فیصلہ کر

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ۔ ہم پکڑے گئے۔ كَلَّا۔ ہرگز نہیں۔ اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ۔
میرے ساتھ میرا رب ہے۔ ضرور وہ نجات کی راہ نکالے گا۔
(شعراء آیت ۶۰)

لیاہے۔ کہ یہ بارگراں نہیں اٹھائیں گے۔ یہ حصہ بشری تقاضے کا تھا۔ جسے
توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ غیبی محرکات اور سامان پیدا کر دیئے۔ تا
آپ کے ناسوتی حصے کو لاہوتی حصے سے کلیۃً ممتاز کرکے علیحدہ علیحدہ دکھلایا
اور بتلایا جائے۔ کہ وہ کس قسم کے گروہ سے تعلق رکھنے والا انسان تھا۔
آیا اس گروہ سے جو اپنی خواہش کو اختیار کرتا ہے۔ یا اس گروہ سے جو
اپنے خدا کی مرضی کو ہر حالت میں مقدم کرتا ہے۔

میں ابھی بتلا چکا ہوں۔ کہ آپ کس طرح اس تین چار سال کے عرصہ میں
پسر موعود کی سی بے بہا نعمت کو پانے کے لئے بے قرار تھے۔ اسی بے قراری
کی گھڑیوں میں آپ کبھی پسر موعود کی پیشگوئی سے متعلقہ الہاموں پر غور کرتے
ہیں۔ کہ یہ کس طرح اور کب پوری ہوگی۔ اور کبھی جناب الٰہی میں تضرع
کرتے ہیں۔ کہ تا آپ پر کسی طرح یہ انکشاف ہو۔ کہ یہ گوہر زندگی کیونکر میسّر
ہوگا۔ مخالفین کے قہقہے آپ کی لڑکی عصمت اور آپ کے لڑکے بشیر اول کی
پیدائش اور پھر موت کی وجہ سے بلند ہوتے جاتے تھے۔ اور انکی طرف سے
یہ مطالبے کئے جا رہے تھے۔ کہ وہ نشان رحمت کہاں ہے۔ جس کے بارے
میں ایک عرصہ سے الہامات پر الہامات اور تحدی آمیز اشتہارات پنڈتوں
برہمنوں اور کھتریوں کی شہادتیں ثبت کرا کر شائع کر رہے ہو۔ کبھی کہتے ہو
کہ ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور کبھی کہتے ہو۔ کہ مدت حمل سے تجاوز
نہیں کر سکتا۔ کبھی کہتے ہو۔ کہ یہی دہلی والی بیوی ہے۔ جس کے بطن
سے وہ نشانِ رحمت پیدا ہوگا۔ اور کبھی کہتے ہو۔ کہ الہاموں کے
اشاروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ وہ آنے والا بشیر عنقریب ایک اور
منکوحہ سے پیدا ہوگا۔ اور یہ تمہارے قریبی رشتہ دار تمہیں رات

مخالفین کا استہزاء اور مطالبہ

دن کے جاننے پہچاننے والے تمہارے خلاف صبح شام ڈھول پیٹ رہے ہیں۔ کہ
یہ بڑا ٹھگ۔ مکار اور دھوکے باز ہے۔ اسکی باتوں پر کان نہ دھرنا۔ غرض
یہ ایک محشر برپا تھا۔ اسوقت مطالبوں اور مخالفتوں کا۔ اور ہندوستان
خصوصاً پنجاب کا کونہ کونہ آپ کے خلاف قیامت خیز ہنگامہ آرائیوں
کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اس شدت کی مخالفت کا تھوڑا سا پتہ اب
بھی ان اشتہاروں کے مطالعہ سے چل سکتا ہے۔ جو اس زمانے میں شائع
کئے گئے۔ خصوصاً میر عباس علی صاحب کے اشتہار سے جو ۸ رجون ۱۸۸۶ء
کو مدت حمل کی تشریح میں شائع کیا گیا۔ اور تبلیغ رسالت کے صفحہ ۸۵
پر درج ہے۔ یا ان اشتہاروں کے مطالعہ سے لگ سکتا ہے۔ جو آریوں اور
عیسائیوں اور اپنے رشتہ داروں کی طرف سے آپ کی شدید دشمنی اور مخالفت
کی وجہ سے بظاہر نہ پوری ہونیوالی اس پیشگوئی کی آڑ لے کر شائع کئے
گئے۔ براہین احمدیہ کو شائع ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ مامور
من اللہ ہونے کا دعویٰ بھی عام وخاص میں۔ ہندوستان میں بھی اور
ہندوستان کے باہر بیرونی دنیا میں بھی شائع ہو چکا تھا۔ اور مذہبی
تبادلہ خیالات اور بحث ومباحثہ کی ایک رو چل چکی تھی۔ اور جس چیز یعنی
وحی الٰہی کی تجلیات کے نزول اور تازہ بتازہ آسمانی نشانوں کے دکھلائے
جانے کو آپ نے اسلام کی حقانیت وصداقت کو بطور ایک جاودانی
شہادت کے پیش کیا۔ اور اپنے ذاتی تجربوں کو اس پر بطور ایک برہان
ناطق اور شاہد صادق کے گذارا تھا۔ اسی ایک چیز میں بظاہر ناکامی
کا ہونا یہ ایک ایسی بات نہ تھی۔ جو کمر کو توڑنے والی نہ ہو۔ ایسے شدید
ابتلاء کے وقت جبکہ اپنے قریبی رشتہ دار غیروں کی پیٹھ بھی ٹھونک

رہے ہوں۔ اور ان کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف ژولیدہ بیانی سے کام لے رہے ہوں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیقراری اور گھبراہٹ کی کیا حالت ہوگی۔ اور آپ اس مہتم بالشان پیشگوئی کے بارے میں جسکی صحت اور صداقت پر آپ کو کامل یقین تھا۔ تمام دنیا کو اس بارے میں گواہ بھی ٹھیرا چکے تھے۔ آپ کا ذہن اسے پورا نہ ہوتے دیکھکر کیا کچھ کاوش نہ برداشت کرتا ہوگا۔ یقیناً آپ بھی دردزہ کی نازک اور سخت گھڑیوں میں سے اسی طرح سے گذر رہے ہونگے جس طرح مریم صدیقہ۔ چنانچہ آپ کی اس حالت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ اپنی ایک وحی کے ذریعہ سے جو ۱۸۸۳ء میں آپ کو ہوئی۔ انہی الفاظ سے اطلاع دیتا ہے۔ جن الفاظ میں مریم صدیقہ کے دردزہ کے متعلق [۱] فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا. وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔ یقیناً اس مخالفت کی شدت اور طوفان بے تمیزی کی حالت میں آپ کی بے قراری مریم صدیقہ کی بے قراری سے کچھ کم نہ تھی۔ جیسے وہ اپنے آپ کو معصوم اور راستباز سمجھتی تھی۔ اسی طرح آپ بھی اپنے تئیں لوگوں کے اتہامات سے بری اور اپنے دعویٰ میں راستباز یقین کرتے تھے۔ مگر نتیجہ کی گھڑیاں ضرورت سے زیادہ لمبی معلوم ہو رہی تھیں۔ اور بار بار آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ کہ یہ سچا وعدہ کیونکر اور کب ہوگا۔ آپ کو یہ تو کامل یقین تھا۔ کہ یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ آپکے اس عرصہ میں شروع سے لیکر آخر تک آیات پر غیر متزلزل یقین رہا۔ آپ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں اعلان فرماتے ہیں: "میں جانتا ہوں۔ اور محکم یقین سے جانتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کریگا۔ اور اگر ابھی موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں

[۱] دردزہ کی تکلیف اسے کھجور کے تنے کے قریب لے آئی۔ کہنے لگا۔ اے کاش میں اس سے پہلے

تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن باقی رہ جائیگا۔ تو خدائے عزوجل اسدن کو ختم نہیں کریگا۔ جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے۔ (اشتہار تکمیل تبلیغ) اسی یقین کا اظہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء میں تھا۔ اور یہی یقین یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں تھا۔ کہ "خدا کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں" (سبز اشتہار ص۶) لڑکی اور لڑکے کی پیدائش اور اسکی موت سے یا مخالفین کی ژولیدہ بیانیوں اور ہرزہ سرائیوں سے آپ کے اس یقین کی پختگی میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا۔ وہ ایسا مستحکم یقین تھا۔ مگر یہ جستجو ضرور تھی۔ کہ وہ فتح و ظفر کی کلید والا لڑکا کیونکر اور کب پیدا ہوگا۔ اس حمل سے یا مابعد کے حمل سے۔ اس خاتون سے یا کسی دوسری خاتون سے۔ اور اس جدوجہد میں کبھی آپ اپنے الہاموں کی بین السطور پر نظر دوڑاتے ہیں۔ اور کبھی بارگاہ ایزدی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور کبھی اپنے نفس سے مشورے کرتے ہیں۔

یہ باطنی جدوجہد ایک دوربین نگاہ کے لئے نہایت دلچسپ ہے۔ اور محمدی بیگم کی پیشگوئی کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے نہایت ہی اہم ہے۔ اتنا اہم کہ جو شخص اس حصہ کو نظر انداز کرتا ہے۔ وہ درحقیقت ایک عظیم الشان پیشگوئی کی شان کو بالکل ماند کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں بار بار مختلف اسلوبوں

بقیہ حاشیہ ص۵۶
مرجاتا۔ اور بھولا بسرا ہو جاتا۔ لفظ مخاض کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں۔ اس سے وہ امور مراد ہیں جن سے خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۳ حاشیہ۔ تذکرہ ص۱۷)

سے اس حصہ مضمون کو آپ کی خاص توجہ کا آماجگاہ بنا رہا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ جب تک آپ اس نکتہ معرفت کو نہ سمجھ لیں گے۔ کہ انبیاء میں ایک حصہ بشریت کا ہوتا ہے۔ اور ایک حصہ الوہیت کا۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ایسے محاذ پر واقع ہوتے ہیں کہ جس سے انبیاء کی شان ممتاز کا پتہ روز روشن کی طرح چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى۔ ذُوْ مِرَّةٍ۔ فَاسْتَوٰى۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (النجم) قسم ہے درخشاں ستارے کی۔ جب وہ جھکتا ہے۔ اس کے جھکنے سے مت خیال کرو۔ کہ وہ پستی کی طرف آرہا ہے اور اسکی روشنی ماند پڑیگی۔ نہیں بلکہ اور زیادہ روشن ہو کر تمھیں نظر آئیگا۔ اسی طرح تمہارا یہ ساتھی کبھی صراطِ مستقیم سے اِدھر اُدھر نہیں ہوا۔ اور اس نے اپنی خواہشات کی کبھی پیروی نہیں کی۔ اور اپنی خواہش نفس سے وہ ہرگز نہیں بولتا۔ اس کا کلام تو خالصًا ایک وحی ہے۔ جس کے بیان کرنے کے لئے وہ مامور ہے۔ خدائے ذو الجلال نے اپنی نہایت زبردست تجلیوں کے ساتھ اسے وہ یقینی علم دیا ہے۔ کہ اس کے یقین کے پرکارِ توازن میں ذرہ بھر بھی جنبش پیدا نہیں ہوتی۔ اور وہ اپنے یقین کے حدِ استوا میں نہایت ہی بلند افق پر کھڑا ہے۔ جس سے تمام نشیب و فراز اور دور و نزدیک اسکی آنکھوں کے سامنے آشکارا ہیں۔ پھر اس یقین کے اعلےٰ مقام سے اور بھی زیادہ قریب ہؤا۔ اور اس کے لئے یہ تقریب پیدا کی۔ کہ وہ نیچے اترا۔ اور قوسین یا اس سے بھی بڑھ کر اندازے پر کھڑا کر کے اس کے دائرہ عرفان کو مکمل

کیا۔ اور اس ذو الجلال معلم نے اسکی معرفت کو ہر رنگ سے مکمل کرنے کیلئے اپنی وحی کی وہ کچھ تجلیاں ظاہر کیں۔ جو تمہارے ادراک سے بالکل بالا ہیں۔ دل نے بھی تصدیق کی اس مشاہدۂ روحانی کی۔ جو اسے حاصل ہؤا تھا۔ پس کیا تم اپنے شکوک و شبہات کے اندھاپے میں اس سے ان باتوں پر جھگڑتے ہو۔ جنہیں وہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى۔ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ وہ تو اس نزول وحی کا ایک اور بھی مشاہدہ کر چکا ہے۔ اور اس نہایت ہی نازک مقام پر جہاں آنکھیں چندھیا جاتی اور انسانی نظریں کام کرنے سے جواب دے دیتی ہیں۔ اور حیرانگی اور گھبراہٹ آگھیرتی ہے۔ اسی مقام پر جنت ماویٰ بھی ہے۔ جس میں گوہر مقصود چھپا ہؤا ہے اور جو کامل امن اور سلامتی کا گہوارہ ہے۔ وہ ایک کانٹے دار نہایت ہی گنجان دشوار گذار جھاڑی ہے۔ جس سے گذرنا خطروں سے خالی نہیں۔ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى۔ اس نہایت گنجان جھاڑی دار مقام پر ابتلاؤں کی گھٹائیں کیا کیا چھائی ہوتی ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا بھی ہر انسان کے لئے ناممکن ہے۔ اس مقام پر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر نہیں اچکی۔ اور اس کے توازن میں فرق نہیں آیا۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِهِ الْكُبْرٰى۔ یقینًا وہ اس مقام پر بھی اپنے رب کے بڑے سے بڑے نشان دیکھ چکا ہے۔ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى۔ تم لات۔ عزیٰ اور ان کے سوا اس تیسری منات کو بھی دیکھ چکے ہو۔ کہ وہ اپنے پرستاروں کو کیا کچھ یقین و معرفت اور برکات اور خارق عادت نشانات سے متمتع کر سکتی ہیں۔ کیا تمہارے لئے

تو نر ہوں۔ اور اس کے لئے مادیاںشہوت۔ یہ تو ایک ناقص تقسیم ہوئی۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات کے لئے اور اپنے کام کے لئے جنہیں چنے وہ اپنی خلقت میں ادھورے اور ناقص ہوں۔ پس ان کے اندر بشری خواہشات کا جھکاؤ دیکھ کر یہ مت خیال کرو۔ کہ وہ بھٹکے ہیں۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ایسا نہیں وہ ہرگز صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہیں ہوئے۔ اور ان کے عرفان میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ یہ سارا انتظام انہیں انتہائی مقام معرفت اور جنت الماویٰ تک پہنچانے کا کیا گیا ہے۔ تا وہ لوگ (اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ)، جو شک و شبہات کے پیرو اور نفسانی خواہشات میں گرفتار ہیں (وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى) ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے ہدایت کے نمونے قائم ہوں۔ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى۔ کیا یہ بھی کبھی ہوا۔ کہ انسان جو آرزو کرے وہ اسے مل بھی جائے۔ اگر یہ نہیں۔ تو نتیجہ ظاہر ہے۔ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى

دراصل انبیاء کی پیشگوئیوں کا ابتدا بھی اللہ ہی کا اور ان کا انجام بھی اللہ ہی کا ہے۔ ابتدا اس لئے کہ وہ کامل معرفت جو سخت ابتلاؤں اور نہایت ہی مخالفانہ حالات میں ان کو دی جاتی ہے۔ وہ انسانی دل و دماغ کا نتیجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ خود خدا انبیاء کے بشری تقاضاؤں کو وحی الٰہی کی تجلیات اور ان کے مدعا اور مقصود کے بالمقابل دکھلا کر ایک قوسین کی صورت قائم کر کے قسما قسم کے امتحانوں اور خطروں اور ابتلاؤں میں انہیں ڈال کر اپنی ربانی شان کا نمونہ کوکب دری کی چمک دمک اور آب و تاب کے ساتھ دکھلاتا ہے۔ اور کسی لمحہ میں بھی ان کے نور عرفان میں کسی قسم کا دھندلا پن نہیں آنے دیتا۔ یہ اس لئے کہ تا انبیاء علیہم السلام

کا ربانی حصہ ممتاز ہو کر بنی نوع انسان کے سامنے آ جائے۔ اور وہ بینا ہوں اس سربستہ راز کے جو ان کی آنکھوں سے اوجھل ہے۔ یہی صورت بعینہٖ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس وحی میں نظر آتی ہے۔ جس کا تعلق زیر بحث پیشگوئی سے ہے۔ ان شدید ابتلا کے چار سالوں میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو یہ تردد نہیں ہوا۔ کہ یہ وعدہ غلط ہے۔ اور مخالفانہ حالات میں یہ غیر متزلزل یقین شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ* خدائے ذوالجلال کی عظیم الشان تجلی کے نتیجے میں تھا۔ جو کوکب دری کی طرح سے آپ کی آنکھوں کے سامنے ہمیشہ چمکتا رہا۔ ایسا ہی اپنوں اور غیروں کے سامنے بھی اسے اللہ تعالیٰ نے کبھی اوجھل نہیں ہونے دیا۔ اور اس کے اوجھل نہ ہونے کے مختلف سامان پیدا کر دیئے۔ ان سامانوں میں سے وہ سارے مخالفانہ حالات ہیں۔ جو کانٹے دار جھاڑیوں کی طرح پیدا کر دیئے گئے تھے۔ ان سامانوں میں سے محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی بھی تھی۔ جو نہ آپ کی کسی نفسانی خواہش سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق و حکمت اور وقت اور حالت کے تقاضا پر بالکل غیبی محرکات کے ماتحت ظہور پذیر ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے ساتھ اپنی سنت کے مطابق ایک ایسا نجم بھی قائم کر دیا۔ جو مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى کی شہادت دے۔ اور وہ نجم ثاقب پسر موعود کی پیشگوئی ہے۔ جو ایک بلند مینار بن کر شہادت دے رہا ہے کہ آپ نے اس رحمت کے نشان کے طلب کرنے میں کسی مرحلے پر بھی اپنے ہوا و ہوس کی پیروی نہیں کی۔ میں بتلا چکا ہوں۔ کہ اس عظیم الشان بشارت اور انتہائی استہزا کے پیش نظر یہ امر طبعی تھا۔ کہ آپ کو الہامات کے الفاظ سے تیسری شادی کا خیال پیدا ہوتا۔ مگر آپ نے اسکو ٹھکرا دیا

*مِرَّۃٌ کے معنے مضبوطی جو رسی میں باربار بٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔ قوت متانت و احکام

اور آپ کا اسے ٹھکرا دینا درحقیقت ایک طرح سے نفس کی خواہش کا گو بظاہر ایک نیک مظاہرہ تھا۔ مگر قرآن مجید نے اسے بھی اِذَا ھَوٰی سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ اس میں آپ تعدد ازدواج کی ذمہ داریوں اور مشکلات کے بارگراں کو سامنے لاتے ہوئے اپنے تئیں تسلی دیتے ہیں۔ کہ الہام کے الفاظ ذوالوجوہ ہیں۔ ان میں صراحت نہیں۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے اس عزم سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ آپ تیسرے نکاح سے کنارہ کش رہنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ اس پختہ ارادہ کو توڑنے کے لیے کئی اسباب پیدا کیے گئے۔ ان میں سے کسی ایک سبب میں بھی اپنی خواہش اور ارادے کا دخل نہیں۔ اور ان میں سے ایک سبب یہی خلاف توقع لڑکی کا پیدا ہونا اور پھر لڑکے کا پیدا ہو کر اس کا مرجانا بھی تھا۔ جس سے ٹھٹھے ہنسی کے مخالفانہ مظاہرہ کو اور بھی تقویت پہنچی۔ اور ان اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا۔ کہ آپ کے رشتہ داروں کو خصوصیت سے آپ کے خلاف جھکا دیا گیا۔ جنہوں نے نہایت ہی شرمناک اور ذلیل کن مظاہرے کیے۔ جن میں سے مرزا امام الدین کا چوہڑوں کے بالمیک ہونے کا دعویٰ بھی تھا۔ وہ اپنی ڈھولکیاں اور شکاری کتے لے کر اپنی ولایت کا ڈھونگ رچانے اور آپ کو گالیاں دینے لگا۔ اور باقی بھائیوں نے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ اور لوگوں میں شہرت دی۔ کہ یہ بڑا جھوٹا اور مکار ہے۔ جس پر آپ نے وحی الٰہی اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کے ماتحت وہ مشہور و معروف اشتہار شائع کیا۔ جس کا عنوان تبلیغ و انذار ہے۔ اور

ٮلہ۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو اس خطرے سے ڈرا۔ جو انہیں تباہ و برباد کرنیوالا ہے

نیز پسر موعود کی پیشگوئی کے ضمن میں بھی اُن کے متعلق اس خدائی قضاء قدر سے بایں الفاظ آگاہ کیا۔ "ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔ اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائیگی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے۔ تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کریگا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے۔ تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کریگا۔" یہ وہ ہیبتناک انذار ہے۔ جس سے بجائے اس کے کہ آپ کے رشتہ داروں کے اندر خشیت پیدا ہوتی۔ وہ شوخی اور بیباکی میں اور بڑھے۔ اور آریوں اور عیسائیوں اور آپ کے دوسرے دشمنوں کے ساتھ صف آرا ہو کر آپ پر بے دردی سے تیر و تبر چلانے شروع کر دیئے۔ اور کہنے لگے۔ کوئی نشان دکھلاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ اور عدو ان اسلام کے ساتھ مل کر آپ کی ذلت اور تکذیب کے درپے ہو گئے یہ وہی لوگ تھے۔ جن کے بارے میں آپ یہ منذرانہ الہام پسر موعود کی پیشگوئی کے ضمن میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع فرما چکے تھے۔ "اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں۔ وہ خود ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کریگا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔" اور یہ موذی ٹولا جس کی ہلاکت و بربادی کا یہ گھڑیال بجایا گیا ہے۔ پسر موعود کی پیشگوئی کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کے متعلق آپ نے تقریباً اڑھائی سال بعد اپنے شہرۂ

آفاق اشتہار مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء میں لکھا۔ کہ "وہ ایک مدت دراز
سے نشان آسمانی کے طالب تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور
امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا۔ یہ درخواست انکی
اس اشتہار میں چھپی تھی۔ ان کو نہ مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی
عناد ہے۔" الخ (تبلیغ رسالت صفحہ ۱۱۵) ان لوگوں کے متعلق پسر موعود
کی پیشگوئی میں بھی نہ ایک بلکہ دو دفعہ حتمی طور پر اور نہایت ہی
ہیبتناک اور دل کو لرزا دینے والے الفاظ میں بربادی افگن پیشگوئی
کی تھی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ وہ پیشگوئی اصل ہے۔ اور باقی باتیں سب
اسی سے متفرع ہوتی ہیں۔ اور وہ لامحالہ پوری ہونی تھی۔ سو پوری
ہوئی۔ اور حیرت انگیز طریق سے پوری ہوئی۔ اور اس کے پورا ہونے
کے لئے "خود یہی لوگ محرک اور سبب بن گئے"۔ کہ اپنی شرارتوں سے
خدا تعالیٰ کی غیرت کو اکسایا۔ اور نشان پر نشان طلب کیا۔ سو خدا
تعالیٰ نے کہا۔ نشان تو دیا جا چکا ہے۔ جو بیک وقت رحمت کا نشان
بھی ہے۔ اور بربادی کا نشان بھی۔ یہ کس طرح معلوم ہو۔ کہ یہ انہی
کے ساتھ خاص طور پر تعلق رکھتا ہے۔ سو اس کے لئے اس نے اپنے قادرانہ
تصرفات کے ساتھ جن میں مدعی الہام کا کوئی دخل نہ تھا۔ یہ تقریب
پیدا کی۔ کہ انہیں ایک ٹکڑا زمین کے معاملہ میں اسکا دست نگراں
بنا دیا۔ مجھے اس معاملہ کی تفصیل میں چنداں جانے کی ضرورت نہیں
وہ ۲۰ر فروری کے اشتہار میں تذکرہ کے صفحہ ۱۵۸ پر درج ہے۔ آپ نے
استخارہ کیا۔ استخارہ کا خیال بھی نہایت ضروری اور اہم تھا۔
کیونکہ جن کی ہلاکت کے متعلق آسمانی تقدیر فیصلہ کر چکی ہو۔ اسکی

آبادی کی تدبیروں میں خدا کے بندے محتاط ہوتے ہیں۔ اور یہ استخارہ
کا خیال آنا بھی محض تصرفات الٰہیہ میں سے ایک عجیب تصرف ہے۔ اس
استخارہ کا جو نتیجہ ہوا۔ اسکی تفصیل سے احباب اچھی طرح آگاہ ہیں۔ کہ
آپ کو کہا گیا۔ کہ درخواست کنندہ یعنی احمد بیگ سے اسکی دختر کلاں
سے نکاح کے بارے میں (جو اسوقت بمشکل ۱۲ سال کی تھی) سلسلہ جنبانی
کر۔ اور انکو کہدے۔ کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اس شرط سے کیا جائیگا۔ اور
یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام
برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں
لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا۔ تو اسکی لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور
جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائیگی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال
تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا۔ تین سال
تک فوت ہونا روزِ نکاح کے حساب سے ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں۔ کہ کوئی واقعہ
اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے۔ بلکہ بعض مکاشفات کی رو سے مکتوب الیہ
(یعنی میرزا احمد بیگ) کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں۔ نزدیک
پایا جاتا ہے۔ اور ان کے گھر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی۔ اور درمیانی
زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔" یہ وہ
پیشگوئی ہے۔ جو پسر موعود والی پیشگوئی کی دونوں شقیں تبشیری اور انذاری
اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ اس میں اشخاص متعلقہ اور
انکی سزا اور موت کے وقت کی تعیین ہے۔ اور یہ بات انسانی قیاس اور
تصرف سے بالا ہے۔ دختر مذکورہ کا نکاح ۷ر اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا۔ اور اسکا
والد احمد بیگ ۶ ماہ کے بعد ۲۰ر ستمبر ۱۸۹۲ء کو بہت کچھ ہموم و غموم دیکھنے

سے بعد مرگیا۔ مجھے ان باتوں کی تفاصیل میں نہیں جانا۔ جو بات میں آپ سے کہہ رہا تھا۔ اور کہنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان اسباب میں سے جس نے اصل پیشگوئی کی صورت و شکل میں ایک خفیف سی مگر اہم تبدیلی پیدا کر کے اسکی شان کو اور اسکی قوت کو بڑھا دیا ہے۔ ان میں سے ایک سبب بھی ایسا نہیں۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی خواہش کا دخل ہو۔

آپ کی خواہش تو یہ رہی۔ کہ تیسرے نکاح کا بارِ گراں نہ اٹھایا جائے۔ خواہ کیسا ہی موقعہ پیش آئے۔ اور اسی امر کا فیصلہ آپ نے ایسی حالت میں کیا۔ جب آپ نے پسر موعود جیسی اہم پیشگوئی کی۔ اور اس کے لئے غایت درجہ آرزو رکھنے اور ہر دفعہ اسکی پیدائش کے قرب کا اعلان کرنے کے باوجود خلاف توقع صورتیں پیش آئیں۔ الہامات کے الفاظ سے تیسری شادی کا خیال ضرور پیدا ہوا۔ جس کا پیدا ہونا حالات مخصوصہ میں طبعی امر تھا۔ مگر آپ نے اسے دور کر دیا۔ اور اس وقت بھی جب استخارہ کرنے پر اپنے آپ کو مامور پایا۔ تو آپ نے اپنے نفس میں کراہت پائی۔ اور نہ چاہا۔ کہ میرزا احمد بیگ پر اسکا اظہار بھی ہو۔ یہانتک کہ جب احمد بیگ نے ٹکڑہ زمین کے لئے بار بار اصرار کیا۔ تو اس وقت بھی جب آپ نے اسکو منشائے الٰہی سے بذریعہ خط مطلع کیا۔ تو اس خط میں یہ تاکید کی۔ کہ اسے پوشیدہ رکھا جائے۔ اور یہ بھی نہ چاہا۔ کہ در حالت عدم انکار وہ اس امر کو بوجہ ایک خانگی معاملہ کے شائع کرے۔ گو آپ اسے شائع کرنے کیلئے مامور تھے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے۔ کہ یہ درخواست ایسی نہیں۔ کہ اس کے اظہار اور اشاعت سے اسکی دل شکنی اور رنج نہ ہو۔ (اشتہار ۲۰ جولائی (۱[illegible] مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۲۱)

پیشگوئی کے پیچھے خارق عادت اسباب کا پیدا ہونا

اور یہ خیال اصل حقیقت سے دور کا ہے۔ کہ اسکی موت اور بربادی کی پیشگوئی اسکو ڈرانے دھمکانے کیلئے کی گئی تھی۔ کیونکہ جنوری [illegible] ہی میں آپ کو بمقام ہوشیارپور میرزا احمد بیگ اور اسکی بیوی کی نسبت یہ الہام عربی میں ہوا تھا۔ رَاَیْتُ هٰذِهِ الْمَرْءَةَ وَاَثَرُ الْبُكَاءِ عَلٰى وَجْهِهَا فَقُلْتُ اَيَّتُهَا الْمَرْءَةُ تُوْبِيْ تُوْبِيْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰى عَقِبِكِ يَمُوْتُ وَيَبْقٰى مِنْهُ كِلَابٌ مُتَعَدِّدَةٌ (اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو ص ۲) بلکہ اس سے بہت عرصہ قبل یعنی [illegible] میں آپ نے اہل قادیان کو اطلاع دی تھی۔ کہ آپ کی برادری سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔ (اشتہار ۱۰ جولائی [illegible]) اور یہ امر بھی عجیب تصرفات الٰہیہ میں سے ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا انذاری حصہ اس زمانہ سے چلا آتا ہے۔ کہ جب اس کی لڑکی آٹھ نو برس کی تھی۔ یہ اس لئے ہوا کہ (وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا) انبیاء کے فریضہ رسالت کی ادائیگی کو آسان کرنے کیلئے پہلے ہی سے اس نے پورا پورا انتظام اور ایک ایک بات کا حساب کر رکھا ہوتا ہے۔ اور ایسی حالت میں اسکو کسی نفسانی خواہش اور افترا پر محمول کرنا اگر حماقت نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ یہ سب اندازے اس غالب علیم خدا کے علم اور دست تصرف سے پہلے سے ہی تیار ہو کر اپنے ایک بندے کی زبان پر جاری ہو چکے تھے۔ اور اسے قصداً اسکی ماہیت اور حقیقت سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ تا لوگ جانیں۔ اور یقین کریں۔ کہ وہ آپ سے نہیں۔ بلکہ خدا سے بول رہا ہے۔ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى

اس نے ابتدا میں نہ چاہا۔ کہ تیسرا نکاح ہو۔ اور پھر اطلاع پانے پر بھی نہ چاہا۔ کہ اسکا کسی کو علم ہو۔ مگر خدا نے اپنے بندے کو پیچھے بھیجا۔ کہ تا لوگوں کو

لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ وہ اپنی ہوا وہوس کا بندہ نہیں۔ بلکہ خدا کا بندہ ہے۔ اور اس کیلئے اس نے یہ تقریب پیدا کی۔ کہ عداوت اور بغض کی آگ کو بعض سینوں میں اسقدر سلگا یا۔ اور اس شدید دشمنی اور کینہ پروری کی وجہ سے غیرت کے جذبات کو بھی دبا دیا۔ کہ جس خانگی امر کے پوشیدہ رکھنے کی انہیں تاکید کی گئی تھی۔ اور انہیں خود بھی نہیں چاہیئے تھا۔ کہ اسکا اظہار کرتے۔ وہ انہوں نے آپ جا کر عیسائیوں کے اخبار نور افشاں مورخہ ۱۸۸۸/۵/۱۰ میں اسکا ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ اور یہ امر بھی ان عجیب تصرفات الٰہیہ میں سے ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی خواہش کا دخل نہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا یہ نوشتہ بھی لوگوں کو سمجھ آئے۔ کہ لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ سب سے بڑا اعتراض انبیاء علیہم السلام پر یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ افتراء سے کہتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل صاحب رسالت میں سب سے بڑھ کر صفت اس کی عظیم الشان جرأت اور قوت معاونت ہے۔ کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے نفس کا بھی اور اپنے مخالفین کا بھی بڑی بہادری سے مقابلہ کرتا اور ان دونوں کو اس مقابلہ میں آخر پچھاڑ لیتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے واقعات اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں اور اس حقیقت کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان واقعات میں سے حضرت زینبؓ کے نکاح کا واقعہ اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے ایک عجیب شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ زَوَّجْنَاكَهَا کی وحی الٰہی کے ماتحت آپ یقینی طور پر جانتے تھے۔ کہ الٰہی مشیئت اور فیصلہ حتمی طور پر یہی ہے۔ کہ وہ آپ کے نکاح میں آئیں۔ لیکن باوجود اس کے

آپ زید کو طلاق سے منع کرتے اور اپنے اس احسان کو یاد دلاتے کہ غلام زادگی کی بساط سے اٹھا کر اپنے معزز خاندان کی دامادگی کا شرف انہیں دیا۔ ایک طرف آپکی یہ جدوجہد ملاحظہ ہو۔ اور دوسری طرف مشیئت الٰہی کو دیکھو۔ کہ وہ آپ سے اصلاح بدعات و رسوم کے ضمن میں کیا چاہتی تھی۔ یہی کہ اس کا نکاح طلاق کے بعد آپ سے ہو۔ اور وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ (احزاب ۳۷) اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا۔ جسے اللہ نے ظاہر کرنا تھا۔ اور تجھے لوگوں کا پاس تھا۔ کہ وہ کسی ابتلا میں نہ پڑ جائیں۔ حالانکہ یہ مناسب تھا۔ کہ ایسے موقعہ پر اللہ کی مشیئت کا پاس رکھتا۔ اور وہ تمام حالات ناچاقی کے از خود پیدا ہو گئے۔ جن کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات قائم نہ رہ سکے۔ اور آخر طلاق وقوع میں آئی۔ اور زَوَّجْنَاكَهَا کی وحی اپنے ظاہری مفہوم کے ساتھ پوری ہوئی۔ کہ آپ نے اس مطلقہ سے شادی کر لی سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ نِ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۔ (احزاب آیت ۳۹) یہی اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے۔ ان لوگوں میں بھی جو پہلے گذرے۔ اور اللہ کا کام ایک اندازہ سے مقرر کیا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور اسکا پاس رکھتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں جھینپتے۔ یہ وہ اندازہ الٰہی ہے ان لوگوں کے متعلق جو منصب رسالت کے لئے چنے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ نکاح ابتداءً اپنے لئے نہیں چاہتے تھے۔ اور آپؐ کی یہ کوشش تھی۔ کہ زید

اپنی بیوی کو رکھیں۔ اور طلاق نہ دیں۔ اور نیز اس خیال سے کہ مبادا لوگ کسی فتنے میں مبتلا ہوں آپ نے اس مشیت الٰہی کو مخفی و پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ جس کا تعلق طلاق کے بعد آپ کے نکاح سے تھا۔ وہ ابتلا کیا تھا۔ جس کا آپ کو اندیشہ تھا۔ یہی کہ بعض لوگ ہنسی اڑائیں گے۔ کہ نبی کے ہاتھ کا بنایا ہوا رشتہ قائم نہ رہ سکا۔ اور طرفین کے لئے نامبارک ثابت ہوا۔ اور بعض کہیں گے۔ کہ اپنی شہوت رانی کی غرض سے طلاق دلوا کر اسکو اپنے نکاح میں لے آئے۔ چنانچہ کہنے والوں نے ایسا ہی کہا۔ اور اس کے لئے وہ وہ گندے قصے گھڑے۔ جو آج تک زبان زد خلائق ہیں۔ ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سب کچھ جانتے تھے۔ کہ ایسا ہوگا۔ اور یہ جانتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی مشیت کے سامنے ایک جسم بے جان کی طرح بے بس پایا۔ اور یہ موقعہ بھی ان موقعوں سے ایک نہایت نازک اور تلخ موقعہ ہے جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے دل گردے کا انسان بھی اپنے بظاہر نیک تردد کی وجہ سے تَخْشَى النَّاسَ کے عتاب لطیف کے نیچے آیا۔ تا بنی نوع آدم کو معلوم ہو۔ کہ ہر نبی خواہ وہ کتنا ہی مقرب اور عظیم الشان روحانیت اور معرفت کا مالک کیوں نہ ہو۔ ضرور ہے۔ کہ اپنی سوانح زندگی میں دو مختلف قسم کی لاہوتی اور ناسوتی مشیتوں کو پیش اور ان میں سے ایک کو دوسری پر مقدم کرکے اس بات کا ثبوت دے۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى لہٗ اور لوگوں کے درمیان اس کے متعلق یہ شہادت قائم کی جائے۔ اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ۔ اور اس قسم کی شہادتیں نہیں قائم ہو سکتیں۔ جب تک

اس مخصوص تدلّی کا مظاہرہ نہ ہو۔ اور جب تک ان کے لئے (سدرۃ المنتھی) کانٹے دار گنجان دشوار گذار جھاڑیاں کھڑی نہ کردی جائیں۔ اس مابہ الامتیاز کے قائم ہونے کے بغیر مستحیل بلکہ ناممکن ہے۔ کہ ماموریں شناخت کئے جا سکیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک اشتہار میں (جس کا پیشگوئی زیر بحث کے دوران میں پہلے بھی حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اور جس کا نام بھی آپ نے محک؎ اخیار و اشرار رکھا) فرماتے ہیں:۔ "سو چونکہ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے۔ اس لئے اگر ہم بھی خویش و بیگانہ سے کچھ آزار اٹھائیں۔ تو ہمیں شکر بجا لانا چاہیئے۔ اور خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اس محبوب حقیقی کی نظر میں اس لائق تو ٹھہرے۔ کہ اسکی راہ میں دکھ دئے جائیں۔ اور ستائے جائیں۔ سو اس طرح پر دکھ اٹھانا تو ہماری عین سعادت ہے۔ لیکن ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں۔ کہ بعض دشمنانِ دین اپنی افترا پردازی سے صرف ہماری ایذا رسانی پر کفایت نہیں کرتے۔ بلکہ بے تمیز اور بے خبر لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ تو اس صورت میں ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں۔ کہ حتی الوسع ان ناواقف لوگوں کو فتنہ سے بچاویں"۔

سو سردار دوجہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اسی نیک مصلحت کے پیش نظر کوشش فرماتے رہے۔ کہ طلاق واقع نہ ہو۔ اور اسی نیک مصلحت کی وجہ سے مشیئت الٰہیہ کو اخفا میں رکھا۔ مگر تبلیغ رسالت میں اس قسم کی مصلحت کی کبھی اجازت نہیں ہوا کرتی۔ وہاں ایک ہی قانون ہے۔ اور وہ یہ کہ خواہ اپنے نفس کے خلاف یا غیروں کی خواہشات کے خلاف ہو۔ پیغام حق بغیر کم و کاست دنیا کو پہنچانا ہوگا۔ اور اسمیں یہاں تک سختی کی

؎ یعنی کسوٹی

نگرانی کی جاتی ہے۔ کہ اس کے پہنچانے میں کسی مرحلہ پر بھی پہنچانے والے کے
آئینہ دل میں بال آنے کے موقعہ کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ حضرت یونسؑ
شرمندگی کے احساس سے روپوش ہو گئے۔ اور اس احساس کو اتنا بُرا منایا
گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ عہدۂ رسالت کی نازک ذمہ داریوں کے
پیش نظر یہ اتنا شدید جرم تھا۔ کہ اگر وہ توبہ و استغفار اور تسبیح سے کام
نہ لیتا۔ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (الصافات ۱۴۳) وہ مچھلی کے
پیٹ میں قیامت تک وہیں رہتا۔ غرض یہ منصب ایسا نازک ہے۔ اور اس
کا قانون ایسا کڑا ہے۔ کہ اس میں کلیۃً مشیت ربانی کے ماتحت رہنا پڑتا
ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو اسی ایک امر کے لئے شروع سے ہی تیار کیا
جاتا ہے۔ پھر لوگوں کے سمجھانے کیلئے بعثت کے بعد بھی ایسی تقریبیں پیدا
کر دی جاتی ہیں۔ کہ تا ان کی یہ مخصوص شانِ رسالت ہر کس و ناکس پر
آشکارا ہو جائے۔ اور خدا کی شان ہے۔ کہ سورہ احزاب کی تمہید اور اسکا
دیباچہ اور اس کا سارا مضمون اور اس کا خاتمہ ایک نہایت ہی لطیف
پیرایہ اور ترتیب محکم میں کیا گیا ہے۔ اور اس میں (اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ
بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا) والے ابتلاؤں کا نمونہ بھی
پیش کیا گیا ہے۔ اور اسی میں (سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ) نیز طعنے دینے والی
زبانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں ایسے احکام بھی ہیں۔ جن کا اظہار
طبیعت پر گراں گذرتا ہے۔ اور جنہیں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ کہہ کر یہ سب باتیں
آپ کے منہ سے کہلوائیں۔ اور بتلایا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے سینے میں دو نہیں بلکہ ایک ہی دل تھا۔ جو خدا تعالیٰ کی محبت و عشق سے

مملو و معمور تھا۔ جس نے اس عظیم الشان امانت کے بارگراں کو (حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ)
اٹھا لیا۔ جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان (اَشْفَقْنَ مِنْهَا) ڈر گئے۔ مگر وہ
نہ ڈرا۔ نہ تھکا۔ نہ ماندہ ہوا۔ یہاں تک کہ اسکو پورے طور پر ادا کر دیا۔

اور جس طرح ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم نے وہ بارگراں اٹھا کر لوگوں کو دکھلایا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ کے پیغامبر
منصب رسالت کے فرائض بجالانے میں اپنے یا لوگوں کے خیالات کی
پروا نہیں کیا کرتے۔ ٹھیک اسی طرح اس کے بروز احمدؑ کو بھی یہی حکم ہوا
فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ۔ اَلْخَوَارِقُ تَحْتَ مُنْتَهٰى صِدْقِ الْاَقْدَامِ۔ كُنْ
لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّ مَعَ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (تذکرہ ۹۸)
اور آپ نے بھی ٹھیک اسی طرح جیسے آپ کو حکم دیا گیا اپنے آقا کا سبق اس
لیلۃ القدر کے زمانہ میں بھولی بھٹکی امت کو پھر سے پڑھایا جائے۔ اور میں
اس امر کو تفصیل سے بتلا چکا ہوں۔ کہ کس طرح پسرِ موعود کی عظیم الشان پیشگوئی
کے ضمن میں جس کا سلسلہ بہت لمبا اور اپنے اندر بہت بڑی عظمت اور
وسعت رکھتا ہے۔ محمدی بیگم کی مخصوص پیشگوئی کی ایک شق پیدا کر کے اللہ تعالیٰ
نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس شانِ رسالت کو نمایاں کیا ہے۔ جس
چیز کو آپ شروع میں نہیں چاہتے تھے۔ اسکو محض اپنے غائبانہ تصرف
سے اس کے چاہنے کے لئے حالات پیدا کر دیئے۔ اور اپنے تصرف خاص سے
زَوَّجْنٰكَهَا کی وہی وحی جو آپ کے آقا پر نازل ہوئی تھی۔ دہرا کر آپکے ذہن
کو تیسری شادی نہ کرنے کی خواہش سے منتقل کر دیا۔ مگر اس فرق کے
ساتھ کہ اس پہلی وحی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک شرط
توبہ کی لگا کر اس امر کو الفاظ میں لپیٹ کر اس طور سے سربستہ کر دیا۔ کہ تا خود

وہ انسان بھی جس پر اس وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ باوجود سمجھنے کے نہ سمجھے۔ آپ یہ تو سمجھ رہے تھے۔ کہ یہ پیشگوئی شرطی ہے۔ جیسا کہ آپ نے اس مخصوص پیشگوئی کا پہلا اعلان کرتے وقت اس کے شرطی ہونے کا کھلے الفاظ میں اعلان فرمایا۔ مگر یہ علم یقینی طور پر نہ ہوا تھا۔ کہ ان میں سے کس کو اور کس طریق پر توبہ نصیب ہوگی۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا۔ تا لوگ جانیں اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ کہ وہ آپ سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے بلوانے سے بول رہا ہے۔ کیونکہ آپ سے بولنے والا انسان اپنی بات کی ساری جہتوں کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ اور نیز یہ سب کچھ اس لئے ہوا۔ کہ اگر اس اصل حقیقت کا پتہ آپ کو پہلے چل جاتا۔ کہ نکاح سے بعد توبہ کرنے والے کو توبہ نصیب ہوگی۔ اور پسر موعود کی پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے کسی اور عورت سے نکاح کی ضرورت ہی پیش نہ آئیگی تو آپ کے اس عزم کا کہ جس کا باندھنا اور جس کا اظہار مقام رسالت کے نہایت ہی لطیف آداب کے شایاں نہ تھا۔ کیونکر علاج ہوتا۔ یعنی یہ عزم کہ "بہر حال عاجز نے یہ عہد کر لیا ہے۔ کہ کیسا ہی موقعہ پیش آوے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے مجبور نہ کیا جاؤں۔ تب تک کنارہ کش رہوں"۔

پس جیسا کہ یہ ضروری تھا۔ کہ آپ کے سوانح حیات میں ایک واضح مثال ہماری آنکھوں کے سامنے کھڑی کی جاتی۔ کہ جس سے پتہ لگتا۔ کہ انبیاء میں ناسوتی مشیت کی روئیں اللہ تعالیٰ کی مشیت کی زبردست تجلی کے سامنے پاش پاش کر دی جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو نمایاں طور پر دکھلا دیا جاتا ہے۔ کہ یہ اپنی خواہش کا نہیں۔ بلکہ خدا کی مرضی کا بندہ ہے۔ ایسا ہی اس امر کی تحقیق کے لئے یہ بھی ضروری تھا۔ کہ اس پیشگوئی کے ایک پہلو کو آپ

سے مخفی رکھا جاتا۔ ٹھیک جس طرح کہ اس کے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوانح حیات میں پیشگوئی فتح مکہ کے ایک پہلو کو مخفی رکھا گیا۔ جس سے بہتوں کو ٹھوکر لگی۔ اور بہتوں نے ہنسی اڑائی۔ مگر وہ فتح و ظفر کا مجسمہ دیکھنے والا انسان اپنے یقینی علم کی بنا پر یہی اعلان فرماتا چلا گیا۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ۚ (فتح ع ۲) اور یہ کامل یقین وہ چیز ہے۔ جو الٰہی اور ربانی چیز ہے۔ جس کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے مرسل شناخت کئے جاتے ہیں۔ باقی دیگر سب ضمنی باتیں اس تدلی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ جو بندوں کی راہنمائی کے لئے پیدا کی جاتی ہیں۔ تا خدا کی بات انسان کی بات سے ممتاز صورت میں نمایاں ہو کر شناخت کی جا سکے صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدہ کے بعد حنین کا واقعہ پیش آنا درحقیقت اسی [illegible]

بالکل یہی صورت حال اس عظیم الشان پیشگوئی کے ضمن میں نظر آتی ہے۔ جو اپنی عظمت اور بلندی میں تمام عظمتوں کی چوٹی پر ہے۔ اور اصل مقصود بالذات ہے۔ یعنی پسر موعود جیسی بابرکات نعمت کے متعلق نشان رحمت قائم کرنے میں احمد بیگ کی دختر سے نکاح کی سلسلہ جنبانی کے متعلق الہامات اور کشوف میں ایک پہلو کو اللہ تعالیٰ نے قصداً آپ سے بھی مخفی رکھا۔ جبکہ خود احمد بیگ کی موت کے پہلو کو بالکل واضح اور بیّن کر دیا۔ يَمُوْتُ وَيَبْقٰى مِنْهُ كِلَابٌ مُّتَعَدِّدَةٌ یعنی وہ ضرور مریگا۔ اور اس کے پیچھے بھونکنے کے لئے کئی کتے رہ جائیں گے۔ تا سنت الٰہیہ اپنے سارے پہلوؤں کے ساتھ ہمارے سامنے آ جائے۔

اور اس پیشگوئی کا یہ پہلو بھی نہایت وضاحت سے سامنے آگیا۔ کہ وہ

خدیجہ کونسی تھی۔ جس کے بطن سے پسرِ موعود کے نشانِ رحمت کا ظہور مقدر تھا۔ اور جس کے متعلق یہ عربی کا الہام تھا۔ وَیَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۔ زَوَّجْنٰكَهَا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِیْ۔ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (تذکرہ صفحہ ۱۹۱) یعنی تجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے۔ کہ یہ سچ ہے۔ اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے اس مبارک خاتون سے جس کے بطن سے اس موعود نے پیدا ہونا تھا۔ تمہارا نکاح کر دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے۔ اور قبول نہیں کرینگے۔ اور کہیں گے۔ کہ یہ پکا فریب ہے۔

اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء میں اس عربی الہام کو درج کرتے ہوئے آپ میر عباس علی صاحب لدھیانوی سے فرماتے ہیں۔ کہ اس الہام کا تعلق اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی سے ہے۔ اس کا انتظار کریں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ دس جولائی والی پیشگوئی کا اصل مرجع و ماخذ وہی پسرِ موعود کی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ جس کے متعلق آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار دیا۔ اور جس کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے آپ برابر تین چار سال تک قلق میں رہے۔ اور لوگ بھی مطالبہ پر مطالبہ کرتے رہے اس لئے الہام مذکورہ بالا کا تعلق بھی یقیناً اسی اصل پیشگوئی کے ساتھ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ زَوَّجْنٰكَهَا کا الہام اسی تسلی کا حامل تھا۔ کہ وہ مبارک خاتون جس کا تعلق کلمۃ اللہ کے ساتھ ہے۔ اسکی شادی ہم نے تجھ سے کر دی ہے۔ دلیل اس بات کی ایک یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے الہامات

سے جن کا تعلق نکاح ثانی یعنی حضرت ام المؤمنین سلمہا اللہ تعالیٰ سے ہے۔ یہ بات قطعی طور پر عیاں ہے۔ کہ آپ ہی اصل میں مقصود بالذات ہیں۔ سو ان میں سے ایک الہام جو ۱۸۸۱ء میں ہوا۔ یہ الفاظ ہیں "میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی (تذکرہ صفحہ ۳۶) اور اس الہام میں ارادہ الٰہی صرف ایک اور شادی کرنے سے مخصوص ہے۔ جس کے سارے سامان مہیا کرنے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اور یہی مفہوم زَوَّجْنٰكَهَا کا ہے۔ یعنی ہم نے اس موعودہ بیوی سے تمہاری شادی کر دی۔ دوسری دلیل واقعات کی تصدیق ہے۔ اور انہی واقعات سے الہام اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الصِّهْرَ وَ النَّسَبَ کا بھی تعلق ہے۔ جیسا خود آپ نے اسکی یہی تشریح فرمائی ہے (تشریح کیلئے دیکھیں تذکرہ صفحہ ۳۶) پس پسرِ موعود کی بشارات کے ضمن میں وہ حصہ الہامات جن کا تعلق الہام زَوَّجْنٰكَهَا سے ہے۔ اپنے مفہوم اور وقوع کے اعتبار سے واضح ہے۔ اور پورا ہو چکا۔ اور اب یہ کسی دوسری تاویل کا متحمل نہیں۔ اور اسی نکاح سے متعلق آپ کا یہ الہام بھی ہے اِنَّهُمْ كَانُوْا یُكَذِّبُوْنَ بِاٰیٰتِیْ وَكَانُوْا بِهٖ مِنَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ۔ فَبُشْرٰی لَكَ فِی النِّكَاحِ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ اِنَّا زَوَّجْنٰكَهَا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ (تذکرہ صفحہ ۲۳۵) یعنی وہ میری آیات کو جھٹلاتے تھے۔ اور مجھ سے ہنسی کرتے تھے۔ سو تیرے لئے اس نکاح میں بشارت ہو۔ تیرے رب کی طرف سے یہ ایک اٹل بات ہے۔ ہم اس سے تیری شادی کر چکے ہیں۔ پس تو شک کرنیوالوں میں سے

مت ہو۔

الہام کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو یہ الہام ایسی حالت میں ہوئے ہیں۔ کہ جب آپ تردد اور فکر کی حالت میں تھے۔ اور آپ کو ان سے تسلی دی گئی۔ اور اسی موعودہ بیوی کی تعیین کرنے کے لئے آپ کو یہ الہام بھی ہوا "بِکْرٌ وَّ ثَیِّبٌ"۔ یعنی وہ دوشیزہ کی حالت میں آپ کے نکاح میں آئی ہے۔ اور وہ بیوہ بھی ہوگی۔ میں شروع تمہید میں اس امر کو واضح کرچکا ہوں۔ کہ وہ وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے۔ وہ عبث کا کوئی پہلو اپنے اندر نہیں رکھتی۔ اور وہ حالات کے تقاضے نازل ہوتی اور حق و حکمت پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور یہ کہ انبیاءؑ کی تمام حرکات و سکنات کو اللہ تعالیٰ اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ سو جبکہ یہ بات ثابت ہے۔ کہ پسر موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ جستجو ایک مدت تک رہی ہے۔ کہ وہ کس کے بطن سے پیدا ہوگا۔ اور خود لوگ بھی اس کے متعلق معترض رہے ہے۔ تو وحی الٰہی کے ان دو کلموں نے بھی درحقیقت آپ کی اس موعودہ بیوی کی تعیین کی ہے۔ کسی ملہم کے الہاموں کے متعلق اس بات کو اللہ تعالیٰ اہمیت نہیں دیتا۔ کہ ہر بات لفظاً سمجھ بھی آجائے۔ بلکہ اپنی خاص مشیت اور حکمت کو مقدم کرتا اور یہ بات اوقات مقدرہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ کہ وہ منشاء الٰہی کی توضیح و تشریح کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔ (قیامت ۱ع) یعنی جلدی کے مارے اپنی زبان مت ہلا۔ اسے روکے رکھ۔ اور جب ہم پڑھیں۔ تو ساتھ تو

بھی پڑھتا جا۔ ہمارا کام ہے۔ کہ اسے جمع کریں۔ اور پھر ہمارا کام ہے۔ کہ ہم اپنے مقصد کو واضح کریں۔ اور فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۔ (طٰہٰ ۱۱۳-۱۱۴) یعنی ہم نے اسی طرح اس اپنے کلام کو عربی قرآن میں نازل کیا ہے۔ اور وعید کو مختلف اسلوب سے پیش کیا۔ تاکہ وہ بچیں یا ان کے لئے کوئی عبرت کا نمونہ پیدا کرے۔ سو عالی شان وہ اللہ جو سچا بادشاہ ہے۔ اس کا کلام بھی انسانی کلام سے بہت ممتاز اور بلند شان رکھتا ہے۔ اور قرآن کے متعلق پیشتر اس کے کہ اسکی وحی اپنے انتہا تک پہنچے۔ جلدی مت کر۔ سو ان دونوں آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کے لئے ضروری نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے الہاموں کا من کل الوجوہ احاطہ کرے۔ ایک حصہ اس کا پردۂ اخفا میں رکھا جاتا ہے۔ تا یہ معلوم ہو کہ اس کا اپنا کلام نہیں۔ بلکہ اس عالیشان بادشاہ کا کلام ہے۔ جو بالکل مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اور انسانی تصرف اور دخل سے بالا ہے۔

ایک بات جو مذکورہ بالا الہاموں کے ضمن میں خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ الہام آپ کو مختلف اوقات میں الگ الگ ہوئے ہیں۔ اور آپ نے انہیں درج کرتے وقت اپنے اجتہاد کے مطابق مختلف ترتیبوں میں انہیں اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ مثلاً یہی "زَوَّجْنٰکَهَا" کا الہام جہاں تک اشتہار دہم جولائی ۱۸۹۱ء میں اس کا پہلے اعلان ہوا ہے۔ اسمیں "تزوجہا" یا "انا رادوہا" کے الفاظ نہیں۔ پھر ۱۸۹۳ء میں کرامات الصادقین

کے صفحہ ۲۳۹ میں آپ نے بہت سے الہامات ایک خاص ترتیب سے اکٹھے کئے ہیں۔ ان میں پہلے یہ الہام ہے۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اِنَّا سَنُرِیْھِمْ اٰیَۃً مِّنْ اٰیَاتِنَا فِی الثَّیِّبَۃِ وَنَرُدُّھَا اِلَیْکَ اَمْرًا مِّنْ لَّدُنَّا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ۔ (تذکرہ ص۲۳۵) پھر انجام آتھم کے ص۵۵، ۵۶ پر ایک اور ترتیب سے اپنے یہ الہامات درج کئے ہیں۔ اور ان میں پیشگوئی سے متعلق الہام یوں ہے۔ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِیْ وَکَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَیَرُدُّھَا اِلَیْکَ اَمْرٌ مِّنْ لَّدُنَّا اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ (تذکرہ ص۲۶۹) اور اس کے بعد یہ الہام رکھا ہے۔ زَوَّجْنٰکَھَا۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ۔ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ اِنَّا رَادُّوْھَا اِلَیْکَ (" ص۲۶۹) اور الہام کَذَّبُوْا اٰیَاتِیْ وَکَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُوْنَ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں بھی درج ہے۔ مگر وہاں فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کے بعد یہ الفاظ ہیں۔ اَنْتَ مَعِیْ وَاَنَا مَعَکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (" ص۲۶۱)

اس تمام ملاحظہ سے اس بات کا یقینی پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ تمام الہامات مختلف ٹکڑوں میں نازل ہوئے۔ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موقع و محل کے مناسب اپنے اجتہاد سے بعض الہاموں کو ایک معین ترتیب کے ساتھ درج کیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم کے ص۵۵ پر خود بھی لکھا ہے کہ ان میں سے بعض الہامات بیس برس کے عرصہ سے ہیں۔ جو مختلف ترتیبوں اور کمی بیشی کے ساتھ بار بار القا ہوئے۔ اور ان سب ترتیبوں میں "زَوَّجْنٰکَھَا" کا الہام "اِنَّا رَادُّوْھَا" یا "یَرُدُّھَا" کے الہام سے الگ رکھا گیا ہے۔ اس سے ظاہر

ﻟﮯ ترجمہ آگے دیا گیا ہے۔ ﻟﮯ انہوں نے میرے نشانات کو جھٹلایا۔ اور ان کے متعلق ہنسی ٹھٹھا کرتے رہے۔ سو عنقریب اللہ ان سے نپٹیگا۔ اور اسے تیری طرف لوٹائیگا۔ یہ ہمارے ہاں سے ایک امر ہے۔ ہم ہی کرنیوالے ہیں۔

اِنَّا رَادُّوْھَا کا مصداق

ہے۔ کہ یہ دو جدا جدا الہام ہیں۔ اور آپ نے احمد بیگ سے متعلق شرطیہ پیشگوئی کے پیش نظر ان دونوں کا ایک ہی مفہوم سمجھا ہے۔ مگر واقعات کے پیش نظر اِنَّا رَادُّوْھَا اِلَیْکَ اور یَرُدُّھَا اِلَیْکَ کے الہام کا مفہوم اس دوسرے الہام سے واضح ہو جاتا ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ اِنَّا سَنُرِیْھِمْ اٰیَۃً مِّنْ اٰیَاتِنَا فِی الثَّیِّبَۃِ وَنَرُدُّھَا اِلَیْکَ اَمْرًا مِّنْ لَّدُنَّا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ (تذکرہ ص۲۳۵) یعنی اپنے رشتہ داروں کو ڈرا۔ ہم انہیں بیوہ میں اپنے نشانوں میں سے ایک نشان دکھلائیں گے۔ اور ہم اسے تیری طرف لوٹائیں گے۔ ہماری طرف سے یہ ایک امر ہے ہم نے ایسا کرنا ہی تھا۔ یہ ایک نشان جو ان رشتہ داروں کو دکھلانا تھا وہ یہی ہے۔ کہ میرزا احمد بیگ نے پیشگوئی کے مطابق معین میعاد کے اندر دکھ کی موت مرنا تھا۔ اور پھر اس بیوہ نے پیشگوئی کے مطابق اپنی گریہ وزاری سے اور توبہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ میں داخل ہونا تھا۔ یہ وہ نشان تھا۔ جو اسی طرح پورا ہوا۔ اور مابعد کے واقعات نے اس کی تصدیق کی۔

بے شک "اِنَّا رَادُّوْھَا اِلَیْکَ" کا فقرہ ذو الوجوہ ہے۔ اور اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ہم اسکو بیوہ کرنے کے بعد تیری طرف لوٹائیں گے۔ اور وہ معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ جو میں نے کئے ہیں۔ بوجہ اس کے کہ القاء الٰہی کے مطابق الہام کی ایک دوسری ترتیب میں آپ نے ان مکذبین رشتہ داروں کی ثیبہ یعنی اس بیوہ کے ساتھ الفاظ نَرُدُّھَا یا یَرُدُّھَا کو رکھا ہے۔ جسے ان کے لئے بطور ایک ایسے یقینی نشان کے پیش کیا گیا ہے۔ جو اٹل ہے اور واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ پسر موعود کی مہتم بالشان پیشگوئی کے

ضمن میں جو حصہ انذار اور تنبیہ کا آپ کے رشتہ داروں سے تعلق رکھتا ہے اسمیں جو یقینی نشان وقوع پذیر ہوا ہے۔ وہ نشان اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ مرزا احمدؐ بیگ کے اپنی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنے اور اسکی موت کے مطابق پیشگوئی واقع ہونے اور اسکی بیوہ کے کس مپرسی کی حالت میں رہ جانے اور اسے گریہ وزاری اور توبہ اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے ساتھ پوری پوری تطبیق رکھتا ہے۔ پس ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اس عظیم الشان پیشگوئی کا یہ انذاری حصہ بھی نہایت وضاحت سے اور مابعد کی اعلان کردہ تفصیلات کے ساتھ پورا ہوا۔ اور انکی مرضی کے مطابق انہیں نشان دکھلایا۔

مجھے ان تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مگر جو بات میں اس ضمن میں آپ سے کہہ رہا تھا۔ اور جسے میں آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ محمدی بیگم سے نکاح کی پیشگوئی دراصل مقصود بالذات نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک ضمنی نشان تھا۔ جو وحی الٰہی کے الفاظ اور اللہ تعالیٰ کے منشاء کے عین مطابق پورا ہوا۔ اس میں ایک ابہام اور اخفا جو واقعہ ہوا۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت مستمرہ کے عین مطابق ہی واقعہ ہوا ہے۔ تاکہ لوگ جانیں۔ کہ مدعی وحی والہام اپنی طرف سے افترا پردازی نہیں کر رہا۔ جو لوگ خود بات بناتے ہیں۔ انہیں اپنی بات کے سارے پہلوؤں کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ اور جن پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر ایک بشریت کا حصہ بھی رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس طرح ہمیشہ اپنی خاص تدبیر یعنی اس قسم کے اخفاء سے اس بشریت کو الٰہیت والے حصے سے ممتاز کر دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ

اللہ تعالیٰ سے اپنی کمزوری کی معذرت کرتے ہوئے فرماتے ہیں تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (مائدہ ۱۹۵ع) تو جانتا ہے۔ جو میرے جی میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا۔ جو تیری جی میں ہے۔ تو ہی تمام پوشیدگیوں کا واقف ہے۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بندہ اس کلام کو جو پردۂ غیب سے نازل ہوتا ہے۔ اسکی ساری پوشیدگیوں کو اپنے محدود علم سے خود بخود جان لے۔ خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ بعض مخصوص حالات کی وجہ سے چاہتا ہے۔ کہ اسمیں سے ایک حصہ اس بندہ سے پوشیدہ رہے۔ تا انبیاء کی ناسوتی اور لاہوتی دونوں حالتوں کے درمیان مابہ الامتیاز قائم ہو کر یہ امتیاز لوگوں کی راہنمائی کا موجب ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اِنَّا رَادُّوْهَا۔ یا نَرُدُّهَا یا یَرُدُّهَا کا جو جو الہام بھی الثَّيِّبَةُ* کے متعلق ہے۔ اسمیں بالتکرار یہ الفاظ ہیں۔ اَمْرٌ مِّنْ لَّدُنَّا۔ اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ۔ یعنی یہاں ایک بات ہے۔ جو ہماری طرف سے تجویز کی گئی ہے۔ ہم ایسا کیا کرتے ہیں یا ایک جگہ امر کے ساتھ یہ الفاظ ہیں:۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے ضمناً یہ استنباط فرماتے ہیں۔ کہ اس پیشگوئی کی وجہ سے احمقوں اور نادان لوگوں کو بد باطنی اور بدظنی اور بدگوئی کا موقعہ ملیگا۔ لیکن آخر خدا انہیں شرمندہ کریگا اور سچائی کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔ اشتہار ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء اور وہ سچائی یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حق و حکمت کے ساتھ بعض پیشگوئیوں میں ضرور اخفا کا پہلو رکھتا ہے۔ تا اپنے کلام کو انسانی کلام سے ممتاز شدہ دکھلا دے۔ اور اس سنت الٰہیہ کی مثالیں ہر نبی کے سوانح حیات

*یعنی بیوہ

میں ملتی ہیں۔ اور وہ مشہور و معروف ہیں۔ مجھے انہیں یہاں دہرانے
کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید پڑھنے والوں سے حضرت یونس ع۔
حضرت نوح اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات میں
واقعہ سورہ فتح اور ہجرت وغیرہ کے واقعات پوشیدہ نہیں۔ کہ کس
طرح ان انبیا علیہم السلام نے کلام الٰہی کا ایک مفہوم سمجھا۔ مگر
واقعات نے اس کا مفہوم اور بیان کیا۔ یہ روحانی اسرار دنیا
سے معدوم ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور انبیاءؑ کے زمانہ بعثت کو اسی
وجہ سے لیلۃ القدر قرار دیکر فرمایا ہے۔ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ
حَکِیْمٍ۔ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ (دخان ۱۴) کہ اس
میں ہر امر حکیم کو ممتاز صورت میں دکھلایا جاتا ہے۔ اور اس کے
لیے جو تدبیر بھی اختیار کی جاتی ہے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی
ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس زیر بحث پیشگوئی
کے ضمن میں یہ تمہید کہ انذار اور تخویف کے الہامات میں کچھ ضروری
نہیں ہوتا۔ کہ شرط کا الہام میں ذکر بھی کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:۔
"ہر ایک الہام کے لئے کتاب الٰہی (یعنی قرآن مجید) بطور امام اور
مہیمن کے ہے۔ اور ضرور ہے۔ کہ الہام اپنے امام کی سنن اور
حدود سے تجاوز نہ کرے۔ ورنہ وہ الہام الٰہی نہیں ہو سکتا۔" اور
فرماتے ہیں:۔" اور اس زمانہ میں اس (پیشگوئی) سے یہ فائدہ بھی
متصور ہے۔ کہ جو علوم ربانی دنیا سے اٹھ گئے تھے۔ پھر لوگوں کی
نظر ان پر پڑے۔ اور معارف فرقانی کی تجدید ہو جائے۔ اور
نہ صرف پیشگوئی ظاہر ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ معارف بھی تازہ

ہو جائیں"۔ اور اسی اشتہار میں جلی حروف میں فرماتے ہیں۔" اے
بدفطرتو! اپنی فطرتیں دکھلاؤ۔ لعنتیں بھیجو۔ ٹھٹھے کرو۔ اور صادقوں
کا نام کاذب اور دروغگو رکھو۔ لیکن عنقریب دیکھو گے۔ کہ کیا ہوتا
ہے۔ تم ہم پر لعنت کرو۔ تا فرشتے تم پر لعنت کریں۔ میں نے بہت
چاہا۔ کہ تمہارے اندر سچائی ڈالوں۔ اور تاریکی سے تمہیں نکالوں
اور نور کے فرزند بناؤں۔ لیکن تمہاری بدبختی تم پر غالب آ گئی
سو اب جو چاہو لکھو۔ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ جب تک وہ دن نہ آوے
کہ جو قادر کریم نے میرے دکھانے کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔ ضرور تھا
کہ تمہیں ابتلا میں ڈالے۔ تمہاری آزمائش کرے۔ تا تمہارے جھوٹے
دعوے فہم اور فراست اور تقویٰ اور علم قرآن کے تم پر کھل جائیں"۔
(اشتہار مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم)

سو دراصل بات یہی ہے۔ کہ ہمارے خدا نے بہت سی ظلمتوں
کے پیش نظر اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایک حصہ میں بعض الفاظ
کی لپیٹ میں ایک ہلکا سا پہلو پردۂ اخفا میں رکھا۔ اور جس پر وحی
نازل فرمائی۔ اسے اپنے انعام خاص کا مستحق بنانے کی غرض سے
اور محرومان ازلی کو اس سے محروم رکھنے اور ایک بڑی جماعت کو
نور عرفان سے متمتع کرنے کی غرض سے یہ خاص تدبیر اختیار کی۔
اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس نے پہلے سے اپنے
الہام خاص سے اپنے اس مقرب بندے کو اطلاع دے کر تسلی
دی تھی۔ نُرِیْدُ اَنْ نُّنَزِّلَ اَسْرَارًا مِّنَ السَّمَآءِ وَ نُمَزِّقَ الْاَعْدَآءَ کُلَّ
مُمَزَّقٍ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ ھَامَانَ وَ جُنُوْدَھُمَا مَا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ

سَلَّطْنَا کِلَابًا عَلَیْكَ وَ غَیَّظْنَا سِبَاعًا مِّنْ قَوْلِكَ وَ فَتَنَّاكَ فُتُوْنًا فَلَا تَحْزَنْ عَلَی الَّذِیْ قَالُوْا اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ (تذکرہ ص ۱۸۶)

یعنی ہمارا ارادہ ہے۔ کہ آسمان سے کچھ اسرار نازل کریں۔ اور دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ بات دکھلاویں۔ جس سے وہ ڈرتے ہیں۔ ہم نے کتوں کو تجھ پر مسلط کر دیا ہے۔ اور درندوں کو بھڑکا دیا ہے۔ اور سخت آزمائشوں میں تجھے ڈال دیا ہے۔ تا تجھے کندن کیا جائے۔ اس لئے ان کی باتوں سے غمگین مت ہو۔ تیرا رب بھی گھات میں ہے۔ یہ وہ اخبار غیبیہ ہیں۔ جو مذکورہ بالا واقعات سے قبل اور ان کے بعد بار بار آپ پر نازل ہوئے۔ اور دیکھو۔ کہ احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی سے انکا کیا خاص تعلق ہے۔ اس کے بارے میں جو ایک واضح وحی تھی۔ یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُّتَعَدِّدَۃٌ یعنی وہ مریگا۔ اور اس کے مرنے سے بہت سے کتے باقی رہ جائیں گے۔ تا نور بصیرت رکھنے والوں کے لئے سربستہ رازوں کا انکشاف ہو۔ کیا یہی وہ سنت الٰہی نہیں۔ جس کا اعلان قرآن مجید بایں الفاظ فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّھُمْ اَزًّا۔ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْہِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَھُمْ عَدًّا (مریم ۸۳) کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کہ ہم نے ان شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ دیا ہوا ہے۔ وہ انہیں ہر طریق سے برانگیختہ کرتے ہیں۔ اس لئے تجھے ان کی تباہی کے لئے کوئی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم خود ان کی اپنی ہی شرارتوں میں سے سارے سامان ہم پہنچا رہے ہیں۔ غرض اس قسم کے کچھ راز تھے۔ جن کے لئے ایک عظیم الشان پیشگوئی کی صداقت من کل الوجوہ ثابت کرنے کے

لئے اس کے ایک پہلو میں اخفا اور الہام کا دو حرفی نقطہ ڈال کر اسے مشروط کر کے اپنی مشیئت اور سنت معہودہ کو ایک کتاب مبین کی طرح وا کر دیا۔ ورنہ نفس پیشگوئی میں صداقت کے چمکتے ہوئے نشان کچھ تھوڑے نہ تھے۔ کہ اس کمزور شق کی ضرورت پیش آتی۔ اور پھر ایسی کمزور شق جس کے لئے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ کو تیار نہ پاتے تھے۔ اور جس کے لئے بظاہر حالات ایک دکاندار مفتری انسان کبھی کسی صورت میں بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہی اس ایک صادق انسان کا ہی دل و جگر تھا۔ کہ جس نے اپنے سینے پر پتھر رکھکر اور اپنے آپ کو بے بس پا کر نہایت فحش گالیاں کھانے کے لئے اس پیشگوئی کے متعلق اعلان کیا۔ اور اس بہادری سے اعلان کیا۔ کہ اس سے بڑھکر اور کوئی بہادری متصور نہیں ہو سکتی۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی اسکی اس کڑی آزمائش میں پاس ہونے کی مبارکباد دیتے ہوئے اس کے لئے اپنے اس مہتم بالشان وعدوں کو ایک ایک کر کے چمکتے ہوئے صداقت کے نشانوں کے ساتھ پورا کیا۔ اور ایسا پورا کیا کہ آج اگر مرزا احمد بیگ زندہ ہوتا۔ تو اس بات کا اقرار کرتا۔ کہ بے شک وہ ان مبارک وعدوں سے اعراض کر کے اور ان کو حقارت سے ٹھکرا کر ان سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا ہے۔ اور اگر آج دختر احمد بیگ سے اور اس کے رشتہ داروں سے ایک ایک کر کے اس ہمارے سالانہ سٹیج گاہ پر کھڑا کر کے پوچھا جائے۔ تو ان میں سے ہر ایک یہی گواہی دیگا۔ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّہٗ لَحَقٌّ۔ بخدا یہ سچ ہی تھا۔ اور اس میں سے ایک بڑا حصہ جن میں اس دختر

کی والدہ اور اس کا لڑکا بھی شامل ہے۔ یہ گواہی دے چکے ہیں۔ کہ احمد بیگ واقعی محروم ازلی تھا۔ اور خدا تعالےٰ کے سارے وعدے برحق تھے۔

خدا تعالیٰ نے گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے اپنے ایک بندے کو کہا تھا "میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔" اور جب اس کے پیدا ہونے کے دن قریب آئے۔ تو آپ نے اسی احمد بیگ والے اشتہار مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۸۸۸ء میں چھ ماہ پیدائش سے قبل اعلان کیا۔ کہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جسکا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولو العزم نکلیگا۔ اور جب وہ چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ تو آپ نے خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور دیگر دوستوں کو لکھا یہی وہ لڑکا ہے۔ جسکا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور بطور تفاؤل کے اس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھکر ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو بذریعہ ایک اشتہار اس کی آمد سے اطلاع دی اور آج دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔ کہ وہی مولود آخر اس تفاؤل کا اور خدا تعالیٰ کی صداقت کے وعدہ کا مصداق ٹھہرا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور سچ مچ اس مولود کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ بات صادق آئی

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اسکے ساتھ فضل[5] ہے ——— وہ صاحب شکوہ[6] اور عظمت اور دولت ہوگا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماری سے صاف کریگا اور دیکھ لو۔ آیا وہ بہتوں کو اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے صاف کررہا ہے۔ کہ نہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ اس کا نام محمود[8] ہوگا۔ اور وہ اپنے کاموں[9] میں اولو العزم ہوگا۔ سو آج اسکے کاموں کی سربلندی پر نظر ڈالکر دیکھ لو۔ آیا وہ اس کلمۂ حق کا مصداق ہؤا یا نہ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وہ دل کا حلیم[10]۔ علوم ظاہری[11] و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور ٹھیک اسی طرح وہ موعود دل کا حلیم اور بغیر ظاہری تعلیم کے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا ہؤا ہے۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا تھا۔ وہ جلد جلد[12] بڑھیگا۔ اور اسیروں کی رستگاری[13] کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک[14] شہرت پائے گا۔ اور دیکھ لو۔ کہ آیا وہ تحریک کشمیر کے اثناء میں اسیران ظلم و استبداد کی رہائی کا سبب بنا یا نہ۔ اور دنیا کے کناروں تک شہرت پارہا ہے کہ نہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ فتح و ظفر کی کلید[15] تجھے ملتی ہے۔ تا دین اسلام کا شرف کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو ——— اور ان لوگوں کو جو اسکے پاک رسول محمد مصطفےٰ صلعم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ اور دیکھ لو۔ اسکے ہاتھوں سے یہ کام ہو رہے ہیں یا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ وہ تین کو چار کرنیوالا[16] ہوگا۔ اور دیکھلو۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اسکے ذریعہ روحانی طور پر بھی توبہ کرکے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں شامل ہوئے یا نہ۔ غرض ایک چھوٹی سے چھوٹی علامت اور اشارہ بھی اپنے وعدوں کا اس کڑی آزمائش میں پاس ہونے کیوجہ سے آپ کے ساتھ پورا کیا۔ اور ساری موعودہ نعمتیں دیں اور دینے کے سامان پیدا کررہا ہے۔

خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تیرا[17] گھر برکت سے بھریگا۔ اور ایک اُجڑا[18] ہوا گھر تجھ سے آباد ہوگا۔ اور ایک ڈراؤ نا گھر برکت سے بھر دیگا۔ دیکھ لو۔ کہ وہ اُجڑا ہو ڈراؤ نا گھر آباد ہوا یا نہ۔ خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ ایک فرزند قوی کامل[19] الطاقتین تم کو عطا کیا جائیگا۔ اور دیکھ لو۔ وہ فرزند کس قدر انتہائی محنت وکاوش برداشت کرنے کی حیرت انگیز طاقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور آیا وہ اپنی خداداد عقل وفکر میں خارق عادات انتہا نہ رکھتا ہے یا نہیں۔

خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ خواتین[20] مبارکہ سے تیری نسل بہت ہوگی۔ اور مَیں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔ اور تیری نسل کثرت سے ملک میں پھیل جائے گی۔ اور دیکھ لو۔ کہ خواتین مُبارکہ سے وہ اُجڑا ہوا گھر آباد ہو کر اسکی ذریت بڑھ رہی ہے یا نہ۔

خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تیری ذریت مُنقطع[21] نہ ہوگی۔ اور دیکھ لو۔ آیا اسکے لئے سامان مہیا ہو چکے ہیں یا نہیں۔ خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے۔ عزت کیساتھ قائم رکھیگا۔ اور دیکھ لو اسی مولود کے ذریعے وہ خدا کا بندہ انبیاء کی نہ مٹنے والی صف میں شامل شدہ ہوا یا نہ ؛

خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور تیری دعوت کو دنیا[22] کے کناروں تک پہنچا دیگا۔ اور دیکھ لو کہ اس کلمہ تمجید کے طفیل فتح وظفر کی کلید کے ذریعہ دنیا کے کناروں تک اسکی دعوت کو زمین کے کناروں تک پہنچایا یا نہ ؛

خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور ہر ایک شاخ[23] تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائیگی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائیگی۔ اگر وہ توبہ نہ کرینگے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کریگا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائینگے۔ اور دیکھ لو۔ ہاں عبرت کی نگاہ سے دیکھو کہ ایسا ہوا یا نہ۔ شرارت سے باز نہ آنیوالے کٹ گئے۔ اور کچھ توبہ کرنے والے تھے

سو بچ گئے ؛

خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ ان کے گھر بیواؤں[24] سے بھر جائیں گے۔ اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ اور کیا یہ گھر بیواؤں سے بھرے یا نہ۔ اور انکی دیواروں پر غضب الٰہی کی آماجگاہ ہوئی یا نہ۔ خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ خدا تیری[25] برکتیں اردگرد پھیلائیگا۔ اور دیکھ لو۔ آیا ارض قادیان ان برکتوں سے ارض حرم بن رہی ہے یا نہ۔ اور سرزمینِ ہند اور اجنبی ممالک دن بدن ان برکتوں سے متمتع ہو رہے ہیں یا نہ ؛

خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ مَیں تیرے خالص[26] اور دلی محبت کا گروہ بھی بڑھاؤنگا۔ اور ان کے نفوس واموال میں برکت دوں گا۔ اور دیکھ لو۔ کہ خداتعالیٰ کا یہ فرمودہ پورا ہوا یا نہ۔ خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وہ مسلمانوں[27] کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہینگے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ اور دیکھ لو۔ آیا میدان مناظرہ اور مسابقت میں آپکے متبعین کا گروہ غالب ہو رہا اور غالب ہوتا چلا جا رہا ہے یا نہیں ؛

خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ خدا نہیں نہیں بھولیگا[28] اور فراموش نہیں کریگا۔ اور علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ اور اپنے تئیں دیکھ لو۔ اور اس کا آپ میں سے ہر ایک اندازہ کر کے دیکھ لے۔ آیا اس کا سلوک جیسا فرمایا تھا اسکے ساتھ ہے یا نہیں۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں۔ اور اس شہادت پر اس خدا گواہ ٹھیراتے ہیں۔ جس کی گواہی پیش کرنا خطروں سے خالی نہیں۔ اسنے اپنے کلمۂ تمجید کو برکت سے بہت بڑھ چڑھ کر نوازا۔ اور خداتعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور وہ[29] وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے۔ کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالیگا۔ اور بادشاہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور دیکھ لو۔ کہ یہ قبولیت اور محبت کا نظارہ سامنے آیا اور آ رہا ہے کہ نہیں۔ اور

مولوی ثناء اللہ صاحب جیسے معاندین کا ذہن شاید آج بھی یہی تجویز کریگا۔ کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمودہ ہرگز پورا نہ ہوگا۔ اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت نہیں ڈھونڈیں گے۔ سو وہ سب لوگ اس گھڑی کا انتظار کریں جو انکے لئے حسرت بھری ہوگی اور ہمارے لئے عید کا دن۔ اور اے وے جو مسیح پاک کے دامن سے وابستہ ہیں۔ جیساکہ اسنے آن سے کہا تھا۔ وے خوش ہوں اور خوشی سے اچھلیں کہ ظلمت کی گھٹاؤں کا خاتمہ ہوا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد نور آتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی باتیں ایک ایک کرکے جیسے پہلے پوری ہوئیں۔ آئندہ بھی سب پوری ہوتی چلی جائیں گی۔ یہاں تک کہ وے اسکے فرمودہ کے مطابق اور اس کلمہ تجید کی برکت سے فتح وظفر کی کلید کے طفیل اپنے آخری نقطۂ آسمان۔ اپنے انتہائی مقام معراج وہی جو محمد رسول اللہ صلعم کی مسجد اقصیٰ کا مقام ہے۔ اس تک اٹھائے اور اس میں داخل کیئے جائیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وَکَانَ اَمْرًا مقضیا۔ کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا فیصلہ ہو چکا۔" زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اسکے وعدوں کا ٹلنا ناممکن ہے۔ نادان اسکے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اسکی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا۔"؛

ام لِلْا نسانِ ما تمنیٰ فللّٰہ الاٰخرۃُ والاولیٰ۔ کیا کبھی ایسا ہوا۔ کہ انسان نے جو آرزوئیں بھی کی ہوں۔ وہ اسے مل بھی گئی ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو یقیناً ان تمام پیشگوئیوں کا ابتداء بھی اللہ ہی کا تھا اور اس کا نتیجہ بھی اللہ کا۔ اسنے شروع میں کہا تھا۔" میں تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میںنے تیری تفرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو

اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔

والنجم اذا ھویٰ ما ضلّ صاحبکم وما غویٰ۔ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ۔ علّمہٗ شدید القویٰ۔ ذو مِرّۃٍ فاستویٰ۔ وھو بالا فق الاعلیٰ۔

خدا تعالیٰ نے کہا تھا۔ اے منکرو۔ اور حق کے مخالفو اگر تمکو میرے بندے کی نسبت شک ہو۔ اگر تم کو اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو، اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے طیار ہے۔ اور دیکھ لو۔ آیا ان پیروں۔ فقیروں اور گدی نشینوں نے اس قسم نشان رحمت و قدرت نمائی کا دکھلایا۔ جس کے ساتھ ایک طرف شدید ابتلاؤں کی گھٹائیں بھی ہوں۔ اور دوسری طرف جب مطلع حقیقت صاف ہو۔ تو بیسیوں چمکتے ہوئے نشان ستاروں کیطرح چمکنے لگ جائیں۔ سو جیساکہ میں آپ سے کہہ رہا تھا۔ کہ اس نشان رحمت و قدرت اور فضل و احسان کے ساتھ نشانات کا ایک انبار عظیم ہے۔ جن کی موجودگی میں ان کے ساتھ محمدی بیگم کے نکاح کی ایک شرطیہ نقطہ ڈالنے کی بظاہر حالات چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر یہ سب کچھ اسلئے ہوا۔ کہ اس کے ساتھ دونوں قسم کے نشان قائم ہوں۔ رحمت و برکت کے نشان بھی اور نقمت و شقاوت کے نشان بھی۔ تا دونوں قسم کے نشانات پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر ایک معیّن اور فیصلہ کن علامت کے ساتھ ستارۂ قطب کیطرح لوگوں کی راہنمائی کریں۔ اور اسرار روحانیہ کے انکشاف کا کام دیں۔ خدائے قدوس ذوالجلال کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے ایک خلیل سے کہا کہ ہاجرہ کو بے آب و گیاہ بیابان میں چھوڑ

آؤ - بظاہر ایک نادان کہیگا۔ کہ یہ عبث بلکہ احمقانہ خیال تھا اور سارہ کو خوش کرنے کے لئے ایسا کیا۔ کہ اپنی ایک لونڈی کو جس کا نہ کوئی رشتہ دار نہ کوئی غمگسار۔ ایک اکلوتے ننھے بچے کے ساتھ ایک لق و دق سنسان جنگل کی خاموشی میں انہیں چھوڑ آیا۔ یا کہیگا۔ ابراہیم علیہ السلام کو کیا سُوجھا۔ کہ ساری عمر دُعائیں کرنے کے بعد آخری بڑھاپے کے ایام میں اسمٰعیل جیسا خوبصورت پاک لڑکا دیا جاتا ہے۔ اور ادھر وہ ایک خواب دیکھتے ہیں۔ کہ اسے ذبح کر رہے ہیں۔ اور ایسی خوابوں کی تعبیریں بیسیوں ہوتی ہیں۔ اور ضرور ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کے ذہن سے اس خواب کی کئی تعبیریں گذری ہوں گی۔ جیسا کہ ایسی خوابوں کے متعلق ہمارے ذہنوں میں بھی گذرتی ہیں۔ اور اگر ابراہیم ان تعبیروں میں سے کوئی ایک تعبیر مراد لے لیتے۔ تو وہ کسی مؤاخذہ کے نیچے نہ تھے۔ خواب کا معاملہ تھا۔ لیکن اس مردِ خدا کے دل نے کسی تعبیر پر قرار نہیں پکڑا۔ سوائے اس ایک تعبیر کے جس میں غایت درجہ قلق۔ غایت درجہ بے رحمی۔ غایت درجہ خوفناک موت کا جنون انگیز وحشت انگیز بھیانک نظارہ تھا۔ اس بندۂ خدا کو کیا سوجھی۔ اس سوال کا جواب اگر پوچھنا اور سمجھنا ہو۔ تو اپنے سینوں میں محبت و عشق کی آگ میں سُلگا جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں نغمہ سرا ہوئے:-

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم بروِ یار تو یکساں کردی

ہمہ مجموع دو عالم تو پریشاں کردی۔
ہمہ عشاق تو سرگشتہ و حیران کردی

ہاجرہ کے ساتھ لق و دق جنگل میں اس صحرا نوردی میں معصوم اسمٰعیل ذبیح کی اس وحشت نمائی میں اسی جنون محبت کا انتہائی مظاہرہ تھا۔ ابراہیمؑ نے سمجھا۔ اَور یا والوں نے مجھے آگ میں ڈالا۔ اور مَیں نے خدا تعالیٰ کی خاطر اس آگ میں پڑنا پسند کر لیا ہے۔ یہ کوئی ایسا امتحان محبت نہیں جس پر کوئی نازاں ہو۔ کیونکہ یہ دشمنوں کے ہاتھوں سے ہے۔ جسمیں اس کا اپنا کوئی دخل نہیں اور جس میں صداقت کی خاطر عقلمند انسان کو از راہ عقل و دانش اختیار کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ انبیاء کو جو مخالفوں سے ابتلاء پیش آتے ہیں۔ ان میں ان کا اپنا دخل نہیں ہوتا۔ وہ صلح اور سلامتی کے شاہزادے لڑائی جھگڑے اور فساد و مشکلات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ مگر ان کا عدو خواہ نخواہ اُنہیں گرفتارِ بلا کرتا۔ اور وہ بالمقابل صبر کرتے اور ان کی انتہائی سختیاں جھیلتے ہیں۔ اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے اس آگ والے ابتلا کو اپنے لئے حقیر سمجھا۔ اور دیکھا - اس خواب میں ان کے لئے ایک زرین موقعہ ہے۔ اپنی محبت کے انتہائی مظاہرہ کا۔ جس کے اختیار کرنے یا نہ کرنے پر وہ کلی طور پر آزاد ہیں۔ اور ابراہیمؑ نے اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور اپنے اکلوتے بیٹے کے خون کا ہدیہ اپنے ہاتھ پر رکھ کر اپنے محبوب یزدانی کے سامنے اپنے نفس کی مرضی اور خوشی سے آکھڑے ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل ٹھیراتے ہوئے ان سے مخاطب ہؤا اور فرمایا۔" اس لئے کہ تو نے ایسا کام کیا۔ اور اپنا اکلوتا بیٹا دریغ نہ رکھا مَیں نے اپنی قسم کھائی۔ کہ" مَیں برکت دیتے ہی تجھے برکت دونگا۔ اور بڑھاتے ہی تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور دریا کے کنارے کی ریت کے مانند بڑھاؤں گا۔ اور تیری نسل اپنے دشمن کے دروازوں پر قابض رہیگی۔ اور تیری

نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائیں گی۔"

اور جو اس نے کہا تھا۔ اُسے سچ مچ پورا کیا۔ اور آجتک پورا کر رہا ہے۔ ابراہیمؑ کے ہر بیٹے سے جو اسکے مقام پر کھڑا ہوتا۔ (من دخله کان امنًا) ابراہیمؑ ہی کی طرح اسے بھی اپنی آغوشِ رحمت اور سلامتی میں لے لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ۱۸۸۳ء میں قرآن مجید کی بعض آیات جو اپنے اندر انذار کے پہلو رکھتی ہیں۔ القاء ہوئیں اور اسکے بعد آپؑ کو یہ الہام ہوا۔ واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ۔ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی۔ یعنی صبر اور دُعا کے ساتھ مدد چاہو۔ اور مقام ابراھیم کو اپنی نماز گاہ بناؤ۔ (تذکرہ ص۸۶)

اور آپؑ اس الہام کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں "اس جگہ مقام ابراہیمؑ سے اخلاقِ مرضیہ و معاملہ باللہ مراد ہے۔ یعنی محبت الٰہیہ اور تفویض اور رضا اور وفا۔ یہی حقیقی مقام ابراہیمؑ کا ہے۔ جو امت محمدیہ کو بطور تبعیت اور وراثت ملا ہے۔" نیز اسی سال آپؑ کو یہ الہام بھی ہوئے۔ سَلَامٌ عَلَیْكَ یَا اِبْرَاھِیْمُ۔ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ۔ ذُوْعَقْلٍ مَّتِیْنٍ۔ ...... مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ (تذکرہ ص۱۰۱) یعنی اے ابراہیم تو سلامتی میں ہے۔ — تو آج ہمارے نزدیک صاحب رتبہ ہے۔ اور امانتدار اور قوی العقل ہے۔ — خدا نے تجھے ترک نہیں کیا۔ اور نہ وہ تجھ سے ناراض ہے۔"

ان الہاموں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپکو بھی بطور وراثت مقام ابراہیمؑ پر کھڑا ہونا تھا۔ جس کیوجہ سے آپکو ابراہیم کے نام سے مخاطب کر کے سلامتی کی رُوح افزا بشارت دی۔ اور آپ مذکورہ بالا چمکتے ہوئے نشانوں کے اُس

خاص پہلو سے جسکا تعلق محمدی بیگم کے نکاح سے ہے۔ غور کر کے دیکھیں۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پیشگوئی کے اعلان کیوجہ سے نہایت تلخ گھونٹ اللہ تعالیٰ کی خاطر پینے پڑے یا نہ۔ اور اس کی راہ میں نہایت ہی گندی گالیاں کھائیں یا نہ۔ اور پھر اس ساری توہین اور تذلیل پر کامل رضامندی کا اظہار کیا یا نہ۔ یقیناً جس مقام سے حضرت یونسؑ پھسل گئے اس مقام پر آخر دم تک آپ ڈٹ کر کھڑے رہے۔ اور یہی فرماتے رہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر وہ نہیں ٹلیں گے۔ اور اگر ان کے پورا ہونے میں ایک دن بھی باقی رہا۔ تو خدا تعالیٰ اسے لمبا کر دیگا یہاں تک کہ وہ وعدے پورے ہوں۔

انتہائی تلخیوں پر وہ صبر جمیل اور یہ کامل ایمان ہی درحقیقت وہ مبارک چیز ہی جسکی طفیل اللہ تعالیٰ نے بھی آپؑ سے ابراہیمؑ کا سا سلوک کیا۔ اور فرمایا۔ "تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔" اور اس سلوک کی نوعیت سے واضح ہو رہا ہے۔ کہ فی الواقعہ ایسی تلخیوں کی گھڑیاں آپؑ پر یقیناً گذری ہیں۔ جن کے برداشت کرنے کے لئے ابراہیمی صفات والے دل کی ضرورت تھی۔ بیٹے کی خواب کا ابتلاء ایک لڑکی سے نکاح کئے جانے کے ابتلاء کی نوعیت میں جیسا اس لحاظ سے ان کے درمیان مشابہت ہے۔ کہ دونوں میں انتہائی تلخیوں کے سامان موجود تھے۔ اور دونوں کا تعلق سلسلہ تناسل سے ہے۔ اسی طرح اس لحاظ سے بھی ان کے درمیان کلی مشابہت ہے کہ ان دونوں کا بدلہ ایک سا ہے۔

اور یہ سلسلہ مجازات انسانی تصرفات سے بالکل بالا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایسے شدید ابتلاء میں انتہائی صبر کا نتیجہ لامحالہ یہی ہونا چاہیئے تھا۔ کہ آپؑ کو ایک وجیہ اور پاک لڑکا۔ ایک زکی غلام قوی کامل الطاقتین عطاء کیا جاتا۔ جو آپؑ کے عظیم الشان مقدس کام کے لئے بطور فتح اور ظفر کی کلید کے ہوتا۔ اور اس کے پیدا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا۔ کہ خود اسکے باپ کے نفس طاہرہ میں مختلف ابتلاؤں کے ذریعہ سے ایک غیر معمولی روحانی انقلاب کا دریا بہا دیا جاتا۔ تا اس بچے کی پیدائش اور پرورش کے سامان اس انقلاب عظیم کے بیچوں بیچ مہیا ہوتے۔ اس مولود نے خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح ہونا تھا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ پہلے مولود کے والد کو شدید ابتلاؤں کے ذریعے سے اس کی پیدائش کی گھڑیوں کے قریب قریب اپنی رضامندی کے عطر سے دوبارہ تازہ بتازہ ممسوح کر لیا ہوتا۔ اس نے اپنے ارادوں میں اولوالعزم ہونا تھا۔ سو ضروری تھا۔ کہ مولود کے والد میں مخالفتوں کی آندھیاں چلا کر اولوالعزم ہونیکے اوصاف حمیدہ شجاعت و جرائت اور بسالت اور عزم بالجزم سے تازہ بتازہ معطر کر لیتا۔ اس نے دل کا حلیم ہونا تھا۔ اور اس کے لئے ضروری تھا۔ کہ صبر و تحمل کی خوبیوں کو اُس میں نمایاں کرنے کے لئے اس کے لئے نئے مواقع پیدا کر دیئے جاتے۔ اس نے خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمدؐ مصطفےٰ کی خاطر اندوہ گین۔ پریشان خاطر شمع سوزاں بننا تھا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ایک سینہ بریاں میں یہ قلق اور گداخت کے جذبات کو اس کی پیدائش سے پہلے غیر معمولی تحریک دی جاتی۔ اس نے ظاہراً و

معناً خوبصورت پیدا کیا جاتا تھا۔ اس لئے آپکے ذہن کو خوبصورتی کے تصورات کی طرف۔ ...... از خود منتقل کر دیا۔ اور ایسی بیوی کی ایک عارضی تلاش لگا دی گئی۔ جیسا کہ آپ اپنے خط مورخہ ۸ ۶/۸۸ میں لکھتے ہیں۔ "ان دنوں میں اتفاقاً نئی شادی کے لئے دو شخص نے تحریک کی۔ مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا۔ تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا۔ کہ اس کی قسمت میں ذلت و محتاجگی و بے عزتی ہے۔ اور اس لائق نہیں۔ کہ تمہاری اہلیہ ہو۔ اور دوسری کی نسبت یہ اشارہ ہوا۔ کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا۔ کہ صاحبِ صورت و صاحبِ سیرت لڑکا جس کی بشارت دی گئی ہے۔ وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارسا طبع سے پیدا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب"

غرض اس موعود نے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جانا تھا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ اس کے پیدائش کے زمانے سے پہلے پہلے قریب ہی گھڑیوں میں اس کے والد کے باطنی جذبات طاہرہ میں ایک شدید ابتلاء کے ذریعہ فوق العادت جلا اور تازگی پیدا کرنے کا سامان مشیت الٰہیہ کے مطابق پیدا کر دیتا جاتا اور انبیاؑ کی روحانی پیدائش اور ان کے آسمانی نکاحوں کی یہی حقیقت اور اصلیت ہے۔ قرآن مجید نے اس راز کو سورہ آل عمران میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ ان کی پیدائش سے ایک عرصہ پہلے مریم صدیقہ کی ماں کے اندر نیک

آسمانی نکاحوں کی اہمیت

جذبات کو انگیخت کیا۔ اور انکی توجہ پاک دُعاؤں کیطرف منعطف ہُوئی اور مریم جیسی بتول اور پاک صفات لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کی تربیت کا متکفل زکریا جیسے حلیم طبع نبی کو مشیئت ایزدی سے ہونا پڑا اور وہ آخر مریم بتول کے بطن سے اس قسم کے آسمانی نکاح کے طفیل حضرت مسیح علیہ السّلام نے جنم لیا۔ ٹھیک اسی طرح دیگر انبیاء کے عالم روحانی میں آسمانی نکاح بھی ہوتے رہے۔ جنکا متکفل و متولی خود خدا تعالیٰ ہوتا ہے۔ جیسے کہ ہمارے آقا آنحضرت صلعم کے بھی بعض ایسے آسمانی نکاح (آسیا اور مریم) سے ہوئے۔ اور نادان لوگ سُن کر ہنس دیئے۔ اس قسم کے تعلق ازدواجی کے لئے آیت مِن کُلِّ شَیٍٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ففِرّوا الیٰ اللہ۔ (الذاریات) میں ہر مومن کو دعوت دی گئی ہے۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بھی اپنی آمد ثانی بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک دولھے سے تشبیہ دی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ "آدھی رات میں دھوم مچی کہ دیکھو وہ دولھا آتا ہے"۔ وہ آدھی رات بھی شدید ابتلاؤں کی رات لیلۃ القدر کا زمانہ ہے۔ جس میں نادان بے مشعل تیل اور دانا مشعل تیل والی کنواریوں کے درمیان فرق کر دکھلاتا ہے۔ (متی باب ۲۴ و ۲۵) پر نادان ان روحانی اسرار کو نہیں سمجھتا۔ اور ہنستا ہے۔ جیسا کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس الہام پر جو آپؑ کو ۱۸۹۱ء میں ہوا ہنستا ہے۔ یأتی الیک زمانٌ مختلف بازواجٍ۔ مختلفۃٍ و تریٰ نسلاً بعیداً۔ ولنحیینّک حیاۃً طیبۃً۔ ثمانین حولاً او

قریباً من ذلک۔ (تذکرہ صہ ۱۸۲) تجھ پر مختلف ازواج کے ساتھ مختلف زمانے آئیں گے اور تو دور کی نسل دیکھیگا۔ اور ہم تجھے پاکیزہ خوش زندگی نصیب کریں گے۔ اسّی سال یا اس عرصہ سے پہلے . . . . قریب قریب۔ اس بشارت میں لفظ مختلف سے مراد عربی میں متعدد نہیں بلکہ "الگ قسم" ہوتی ہے۔ نیز اِختَلَفَ کے معنے پے در پے آنیکے ہیں۔ یعنی یہ رُوحانی تزویج کا زمانہ اپنے ساتھ مختلف قسم کے ابتلاء لائیگا۔ جس کا مدعا تیری زندگی کو مکدّر کرنا نہیں بلکہ طیب بنانا ہے۔ اور جسکا نتیجہ لامحالہ ایسی اولاد کا ملنا ہے۔ جو تمہارے لئے نسل بعید کا پیش خیمہ ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام حوادث کو جو نشانِ رحمت کی پیشگوئی کے بعد ۱۸۸۶ء سے لیکر ۱۸۸۹ء تک ظہور پذیر ہوئے۔ اور جن میں سے لڑکی اور لڑکے کا پیدا ہوکر مرنا بھی ہے۔ نیز وہ ہنگامہ آرائی اور قیامت خیز محشر بھی ہے، جو اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے نکاح کے بارے میں درخواست اور پیشگوئی کی وجہ سے اُٹھایا گیا تھا۔ آپ نے ان حوادث کو الہاموں کی بناء پر ایک ابتلاء عظیم قرار دیا ہے۔ اور اس ضمن میں اپنے الہام کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیۡہِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعۡدٌ وَّ بَرۡقٌ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سو ان تاریکیوں سے مُراد آزمائش اور ابتلاء کی تاریکیاں تھیں جو لوگوں کو اس کی مَوت سے پیش آئیں ——— خدا تعالیٰ کے انزال رحمت اور روحانی برکت بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کرکے صبر کرنیوالوں

پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے ـــــ دوسرا طریقہ
انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و آئمہ و اولیاء و خلفا ہے ـ
سو خدا تعالیٰ نے چاہا۔ کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں
شقیں ظہور میں آجائیں۔ (تذکرہ صـ۱۶۴) اور ایک اور جگہ آپ
اپنے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلعم کی یہ پیشگوئی یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ
لَہٗ کو اپنے اسی آسمانی نکاح اور پسر موعود پر چسپاں فرماتے ہیں۔ جس کے
متعلق اللہ تعالیٰ نے اس نکاح سے تین سال قبل اطلاع بایں الفاظ
دی تھی" میں نے ارادہ ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب
سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی"
اور اسی سال یہ الہام ہوا۔ بِکْرٌ وَّ ثَیِّبٌ۔ سو خدا تعالیٰ کی شان دیکھو
کہ کن چمکتے ہوئے روشن نشانوں کے ساتھ اس خدائے ذوالجلال کے
منہ کی باتیں حرف بحرف پوری ہو کر اس بات کی قطعی طور پر ازلی ابدی شہادت
قائم ہوئی۔ کہ دختر احمدؔ بیگ دراصل اس آسمانی نکاح کے لئے تقدیر الٰہی
میں مقصود بالذات نہ تھی (تذکرہ صـ۲۷) بلکہ اس بیچاری کے لئے، اور
اس کے باپ کے لئے، اور اس کی ماں کے لئے وہی کچھ مقدر تھا جو
پہلے پہل ۱۸۸۶ء میں بذریعہ الہام اور بذریعہ استخارہ و کشف بتلایا
گیا تھا۔ ان میں سے ایک ازراہِ شوخی و گستاخی بھونکنے والے کتے چھوڑ کر
مرا۔ اور اس کی بیوی کی گریہ و زاری دیکھ کر اس پر بھی اور اس کی
لڑکی اور داماد پر بھی بوجہ اس کے کہ ان دونوں کا ان کی شادیوں
میں دخل نہ تھا۔ رحم کیا گیا۔ اور انہیں چھوڑ دیا گیا۔ تا یہ سب جیسا انہوں
نے احمدؔ بیگ کی موت میں خدا تعالیٰ کی قہاری تجلی کو مشاہدہ کیا۔ برکت

[illegible] کے نشانوں کو بھی دوسروں کے ساتھ مل کر دیکھیں
[illegible] اقرار کریں۔ کہ ان کا ایک حیؔ و قیوم اور قادر و مطلق۔ علیم و خبیر۔
زندہ خدا موجود ہے۔ اور اس کی اس پاک وحی کے سربستہ
رازوں کے متعلق شہادت دیں۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَآ
اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ تَنَزَّلُ
الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ
اور ان تمام پیشگوئیوں کا مطلع فجر ابن موعود کی پیدائش کے ساتھ ایسا
اطمینان بخش ثابت ہوا۔ کہ اس کے بعد آپ کا سینہ صافی ثلج سکون
اور برودتِ یقین سے معمور اور آپ کا دل مسرت اور خوشی کے جذبات سے
ایسا بھرپور ہو گیا کہ گویا آپ نے اپنا گوہر مقصود پالیا۔ اور اس کے
بعد کسی اور شادی کا خیال اپنے دل میں نہ لائے۔ سوائے اس
ایک عارضی خیال کے جو (امرٌ من لدنّا) کے ماتحت تھوڑے
عرصہ کے لئے پیدا ہوا۔ اور جس کے لئے آپ حکم الٰہی سے مجبور
کئے گئے تھے۔ اور پھر آخر دم تک حمد و ثناء کا یہی ترانہ آپ کی زبان
پر جاری رہا ؎

یہ تیرا فضل ہے اے میری ہادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی
بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی
مری ہر بات کو تو نے جلا دی — مری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بنا دی — ترا نسلاً بعیداً ابھی دکھا دی

جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی — فسبحان الذی اخزی الا[illegible] طریقہ

بہار آئی ہے اب وقتِ خزاں ہے — لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں ہے

ملاحت ہے عجب اس داستاں میں — ہوئے بدنام اس سے ہم جہاں میں

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں — نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

کروں کیونکر ادا میں شکرِ باری

فِدا ہو اُس کی راہ میں عمر ساری

مرے سر پر ہے منت اسکی بھاری — چلی اس راہ سے کشتی ہماری

مری بگڑی ہوئی اُسنے بنا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

زین العابدین ولی اللہ شاہ